بسم اللہ

انتخاب

دیوان حسرت موہانی

حصہ اوّل

جس میں سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے اڈیٹر رسالہ اردوی معلّٰی علی گڑھ کی وہ
کل غزلیں درج ہیں جو اردوی معلّٰی اور ملک کے دوسرے
ادبی رسالوں میں چھپکر مشہور و مقبول ہو چکی ہیں
(فروری سنہ ۱۹۱۴ء)

حسب فرمائش جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب سابق پروفیسر پارسی حال پروفیسر فارسی گوالیار کالج
محمد عبد اللطیف نے صرف[1] ٹائٹل اور آخری چار نمبر چھپوانے

مطبع فیض عام واقع علی گڑھ میں چھپایا

[1] باقی حصہ الی صفحہ ۱ سے ۸۴ تک سنہ ۱۹۱۳ء میں حسرت موہانی کے اردو پریس میں چھپکر تیار ہو چکے تھے

قیمت فی جلد ۱۲؍ مع محصول

دیباچہ

مدت سے اس فقیر کے اکثر احباب اور عزیزوں خصوصاً مولوی سید حیات الحسن صاحب صوفی حال عہدہ دار سرکار نظام کا تقاضا تھا کہ دیوان حسرت کے طبع رکنےکا انتظام جلد کیا جائے بلکہ جناب ممدوح نے ترتیب دیوان کی زحمت کو بھی بکمال ہمت اپنے ذمے لینا منظور فرمایا تھا لیکن ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۲ء تک یعنی زمانہ طالبعلمی موہان۔ فتحپور۔ وعلیگڈھ کالج کا کلام جس میں غزلوں کے علاوہ۔ قصیدے مثنویاں اور بہت سی انگریزی نظموں کے ترجمے بھی شامل تھے نظر ثانی کا محتاج اور فرصت کامل کا طالب تھا جس کے حصول کی فی الحال کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ناچار مکمل مجموعۂ کلام کی ترتیب کو ملتوی کرکے صرف اُن غزلوں کی اشاعت پر قناعت کرنا پڑی جو اردوی معلی یا دوسرے ادبی رسالوں میں شائع ہوچکی ہیں۔ اس مختصر مجموعے کے تین جزو اُردو پریس علیگڈھ میں چھپ چکے تھے کہ پریس ایکٹ کی سختی نے اس کا خاتمہ کردیا۔ چنانچہ اخیر کاپی اور سرورق مطبع فیض عام میں چھپوائے گئے۔ کتاب میں ہجوم افکار کی بناپر باوجود احتیاط بعض معمولی غلطیاں باقی رہگئی ہیں جن کی فہرست ذیل میں درج ہے

غلط نامہ دیوان حسرت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۳	ہولی	خوبی	۱۴	۱۱	جبیں	جبین	۴۰	۱	باعباں	باغباں
۱	۵	پر	پہ	۱۶	۱۳	آزر	آرزو	۴۱	۴	غزلخوانی	نغزلخوانی
۴	۳	سہنے	سنے	۱۷	۱	انتظا	انتظار	۴۲	۳	بیاں	بیان
۵	۱۴	ہوکیا	ہوگیا	۱۷	۱۶	نہ زنہار	زنہار	۴۲	۹	محفں	محفل
۵	۱۸	کوکی	کوئی	۲۰	۲	گئی	گئی ہے	۴۳	۱۷	پیدالی	پیدائی
۶	۵	شاں	شان	۲۰	۱۰	ماب	یاب	۴۴	۳	سلہاے	سلسلہاے
۶	۵	النفات	التفات	۲۱	۹	بیسربا	بیسروپا	۴۵	۵	عشق مار	عشق یار
۷	۱۲	مشاقاں	مشتاقاں	۲۳	۴	خونہانہ	خونابہ	//	۱۶	اسی بو	ایسی جو
۷	۱۲	تفصور	تصور	۲۸	۴	بیاک	بیباک	//	۱۹	بال	بدن
۸	۱۵	کہے	کہیئے	۲۹	۱۳	قیامت ہوں	قیامت ہوں	۴۹	۱۶	جسنے	جھینے
۹	۴	افسانہ	فسانہ	//	۱۸	تغافں	تغافل	۴۹	۱۹	سور	نور
۱۰	۴	ہے	سے	۳۲	۱۹	مارہ	مارا				
۱۲	۹	کسدرجب	کسدرجہ	۳۵	۱۹	کسالما	کیاکیا				
۱۳	۱	باد	یاد	۳۷	۱۷	دل ہم	دلیں ہم				
۱۳	۸	ہی	ہی	۳۸	۴	کج ادا اسا	کج ادئیاں				

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

لاؤں کہاں سے حوصلہ آرزوے سپاس کا / جبکہ صفات یار میں دخل نہو قیاس کا

عشق میں تیرے دل ہوا ایک جہان بیخودی / جان خزینہ بنگئی حیرت بے قیاس کا

رونق پیرہن ہوئی خوبی جسم نازنیں / اور بھی شوخ ہوگیا رنگ ترے لباس کا

لطف و عطائے یار کی عام ہیں بسکہ شہرتیں / قلب گناہگار میں نام نہیں ہراس کا

دلکو ہو تجھسے واسطا لب پہ ہو نام مصطفےٰ / وقت جب آئے خدا خاتمہ حواس کا

طے نہ کسی سے ہو سکا تیرے سوا معاملا / جان امیدوار کا حسرت محو یاس کا

حسن بے پروا کو خودبین و خود آرا کردیا / کیا کیا ہمیں نے کہ اظہار تمنا کر دیا

بڑھ گئیں تم سے تو ملکر اور بھی بیتابیاں / ہم یہ سمجھے تھے کہ اب دلکو شکیبا کردیا

پڑھکے تیرا خط مرے دلکی عجب حالت ہوئی / اضطراب شوق نے اک حشر برپا کردیا

ہم رہے یاں تک تری خدمت میں سرگرم نیاز / تجھکو آخر آشنائے ناز بیجا کر دیا

اب نہیں دلکو کسی صورت کسی پہلو قرار
اُس نگاہ ناز نے کیا سحر ایسا کر دیا

عشق سے تیرے بڑہے کیا کیا دلوں کے مرتبے
مہر ذرّوں کو کیا قطروں کو دریا کر دیا

کیوں نہوں تیری محبت سے منور جان و دل
شمع جب روشن ہوئی گھر میں اُجالا کر دیا

تیری محفل سے اُٹھاتا غیر مجکو کیا مجال
دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارا کر دیا

سب غلط کہتے تھے لطف یار کو وجہ سکوں
درد دل اُسنے تو حسرت اور دونا کر دیا

رنگ سوتے میں چمکتا ہے طرحداری کا
طرفہ عالم ہے ترے حُسن کی بیداری کا

مایۂ عشرتِ بیحد ہے غم قید وفا
میں شناسا بھی نہیں رنج گرفتاری کا

جور پیہم نکرے شانِ توجہ پیدا
دیکھ بدنام نہو نام ستمگاری کا

ہیں جو اے عشق تری بیخبری کے بندے
بس ہوا انکا تو نہ لیں نام بھی ہشیاری کا

کٹ گیا قید میں ماہِ رمضان بھی حسرت
گرچہ سامان سحر کا تھا نہ افطاری کا

تجھسے وہ ملا شوق سے اور تو نے نہ جانا
حسرت کو ابھی یاد ہے تیرا وہ زمانا

ہے ایک در پیر مغاں تک تو رسائی
ہم بادہ پرستوں کا کہاں اور ٹھکانا

مخصوص غم عشق ہیں ہم لوگ ہمارا
اچھا نہیں اے گردش افلاک ستانا

صد شکر غم ہر دو جہاں سے ہے وہ فارغ
جو دل ہے ترے تیر محبت کا نشانا

اب عشق کا وہ حال نہ ہے حُسن کا وہ رنگ
باقی ہے فقط عہد تمنا کا فسانا

آتی ہے تری یاد سو حسرت کو شب غم
ہر بار اُسے افسانۂ دل کہکے سُنانا

کوئی بھی پرساں نہیں حالِ دلِ رنجور کا
یہ ستم دیکھو دیارِ شوق کے دستور کا

جاتے جاتے رہ گیا وہ نازنین صبحِ وصال
نازبردارِ اثر ہوں گریۂ مجبور کا

سر اُٹھائے بزمِ جاناں میں بھلا کسکی مجال
رعب غالب ہے یہ اُس کے جلوۂ مغرور کا

ہے غضب کی دلربی آج حسنِ ماہ میں
بھر بھی دے اک جام ساقی بادۂ پرنور کا

خاطرِ مایوس میں نقشِ امیدِ وصلِ یار
نور ہے صحرا میں گویا اک چراغِ دور کا

یکقلم بیسود ہے اظہارِ حالِ آرزو
حسنِ بے پروا کے آگے عشقِ نامنظور کا

مستیٔ عیش و دو عالم کی نہیں پروا مجھے
دیکھنے والا ہوں میں اُس نرگسِ مخمور کا

ہے سپردِ خاک حسرت واں جو اک یارِ عزیز[1]
قصد اک مدت سے ہم رکھتے ہیں گورکھپور کا

دل کو خیالِ یار نے مخمور کر دیا
ساغر کو رنگِ بادہ نے پرنور کر دیا

مانوس ہو چلا تھا تسلی سے حالِ دل
پھر تو نے یاد آ کے بدستور کر دیا

گستاخ دستیوں کا نہ تھا مجھ میں حوصلا
لیکن ہجومِ شوق نے مجبور کر دیا

کچھ ایسی ہو گئی ہے ترے غم کی مبتلا
گویا کسی نے جان کو مسحور کر دیا

بیتابیوں سے چھپ نہ سکا ماجرائے دل
آخر حضورِ یار بھی مذکور کر دیا

اہلِ نظر کو بھی نظر آیا نہ روئے یار
یاں تک حجابِ نور نے مستور کر دیا

حسرت بہت ہے مرتبۂ عاشقی بلند
تجھکو تو مفت لوگوں نے مشہور کر دیا

ہم نے کسدن ترے کوچہ میں گذارا نہ کیا
تو نے اے شوخ مگر کام ہمارا نہ کیا

[1] اشارہ بجانب عزیز اللہ مرحوم گورکھپوری کہ یکے از عزیز ترین احباب فقیر بود (حسرت)

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاری دل / التفات اُن کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا
محفل یار کی رہجائے گی آدھی رونق / ناز کو اُسنے اگر انجمن آرا نہ کیا
طعن احباب سنے سرزنش خلق سہی / ہمنے کیا کیا تری خاطر سے گوارا نہ کیا
جب دیا تمنے رقیبوں کو دیا جام شراب / بھولکر بھی مری جانب کو اشارا نہ کیا
روبرو چشم تصور کے وہ ہر وقت رہے / نہ سہی آنکھ نے اُنکا جو نظارا نہ کیا

گریہ ہی ہے ستم یار تو ہم نے حسرت
نہ کیا کچھ بھی جو دنیا سے کنارا نہ کیا

چہرہ یار سے نقاب اُٹھا / دل سے اک شور اضطراب اُٹھا
رات پیر مغاں کی محفل سے / جو اُٹھا مست اُٹھا خراب اُٹھا
ناز بیجا اُٹھائے تھے اُن کے / اے دل اب ناز اضطراب اُٹھا
ہم تھے بیباک اور وہ محجوب / شب غرض لطف بیحجاب اُٹھا
تھے اسی پر بناہ کے دعوے / سر تو اے شوخ بے حجاب اُٹھا
مے کشوں سے نہ محتسب کی چلی / آخر کار لا جواب اُٹھا
اُس قیامت خرام کو یوں چھیڑ / حشر اے جوش اضطراب اُٹھا

مست صہبائے شوق ہے حسرت
ہمنشیں ساغر شراب اُٹھا

ہجوم بیکسی کو وجہ لطف بیکراں پایا / کہ ہمنے آج اُس نامہرباں کو مہرباں پایا
مگر تھا رنگ بزم یار میں نیرنگ عالم کا / کسی کو سرنگوں دیکھا کسیکو شادماں پایا
ستم سمجھے ہوئے تھے ہم تری بے اعتنائی کو / مگر جب غور سے دیکھا تو اک لطف نہاں پایا

کسے فرصت تمہاری جستجو کے شوق بیحد سے
ابھی ہمنے کہاں ڈھونڈھا ابھی ہمنے کہاں پایا

نہ سمجھا پائیے جور و جفا اس شوخ کو کوئی
کہ ہمنے جسکو پایا اسکو وہ سنج آسماں پایا

نہ پا سکتے کبھی پابند رہکر قید ہستی میں
سو ہمنے بے نشاں ہو کر تجھے اے بے نشاں پایا

حقیقت نالۂ دل سے کھلی غمہائے پنہانی کی
سنا شور جرس جسنے نشان کارواں پایا

ہنسی عبرت بہت جب رنگ گل کی بے ثباتی نے
چمن میں عندلیب سادہ دل کو شادماں پایا

نہ جانے کوئی میری وضع رسوا پر کہ اے حسرت
کمال عاشقی نے مجھکو یکتائے زماں پایا

پیہم مجھے پیالۂ مے برملا دیا
ساقی نے التفات کا دریا بہا دیا

اس حیلہ جو نے وصل کی شب بیسے روٹھکر
نیرنگ روزگار کا عالم دکھا دیا

اللہ ری بہار کی رنگ آفرینیاں
صحن چمن کو تختۂ جنت بنا دیا

اب وہ ہجوم شوق کی سرمستیاں کہاں
مایوسی فراق نے دل ہی بجھا دیا

حسرت غزل تو وہ ہے جسے سنکے سب کہیں
مومن سے اپنے رنگ کو تونے ملا دیا

اضطراب عاشقی پھر کارفرما ہو گیا
صبر میرا ناشکیبائی سراپا ہو گیا

سادگیہائے تمنا کے مزے جاتے رہے
ہو گئے مشتاق ہم اور وہ خود آرا ہو گیا

وائے ناکامی نہ سمجھا کون ہے پیش نظر
میں کہ حسن یار کا محو تماشا ہو گیا

بعد مدت کے ملے تو شرم مجھسے کسلیئے
تم نئے کچھ ہو گئے یا میں نرالا ہو گیا

نوجوانی تھی کوئی شیدا نتھا میرے سوا
ایک حسن یار کا وہ بھی زمانہ ہو گیا

تصور میں جاتی رہی وہ آرزوئے وصل کی
رنج دوری مرہم زخم تمنا ہو گیا

سحر وہ کیا تھا نگاہ آشنائے یار میں
جو دل بیمار کے حق میں مسیحا ہو گیا

ضبط سے راز محبت کا چھپانا تھا محال
شوق گر پنہاں ہوا غم آشکارا ہو گیا

ہے زبانِ لکھنؤ میں رنگِ دہلی کی نمود
تجھ سے حسرت نام روشن شاعری کا ہو گیا

نہاں شانِ تغافل میں ہے رمز امتیاز اُسکا
بانداز جفا ہے التفات دلنواز اُس کا

نگاہ آرزو تابِ نگاہ یار کیا لاتی
اگر حائل نہ ہو جاتا حجابِ کارساز اُس کا

غلط ہے شکوہ سنجی میرے عشق ناشکیبا کی
بجا کرتا ہے جو کرتا ہے حُسن بے نیاز اُسکا

چھڑایا دم زدن میں دل کو فکر شادی و غم سے
قیامت پر اثر تھا جلوۂ حیرت نواز اُس کا

دیارِ شوق میں ماتم بپا ہے مرگ حسرت کا
وہ وضع پارسا اُس کی وہ عشق پاکباز اُسکا

بر سر ناز وہ از راہِ کرم پہنچا تھا
شب عجب لُطف کا سامان بہم پہنچا تھا

شرح بے مہری احباب کروں کیا حسرت
رنج ایسا دلِ مایوس کو کم پہنچا تھا

از بسکہ ناز یار تبسم عتاب تھا
جو کامیاب تھا وہی ناکامیاب تھا

اب آرزوئے شوق کی بیباکیاں کہاں
یعنی وہ سب لوازم عہد شباب تھا

حالت عجیب تھی دلِ بے اختیار کی
بزم خیال میں جو وہ بت بے حجاب تھا

اب میں ہوں اور تغافل بسیار کے گلے
وہ دن کہ موردِ کرم بے حساب تھا

حیرانی نگاہ سے حسرت جمال یار
تھا پردۂ حجاب میں گو بے نقاب تھا

یاد کر وہ دن کہ تیرا کوئی سودائی نہ تھا
باوجود حسن تو آگاہِ رعنائی نہ تھا

عشق روز افزوں پہ اپنے مجھکو حیرانی نہ تھی
جلوۂ رنگیں پہ تجھکو نازِ یکتائی نہ تھا

دید کے قابل تھی میرے عشق کی بھی سادگی
جبکہ تیرا حسن سرگرم خود آرائی نہ تھا

کیا ہوئے وہ دن کہ محوِ آرزو تھے حسن و عشق
ربط تھا دونوں میں گو ربطِ شناسائی نہ تھا

تو نے حسرت کی عیاں تہذیبِ رسمِ عاشقی
اس سے پہلے اعتبارِ شانِ رسوائی نہ تھا

ملتا ہے مٹائے سے اب شوق کہیں تیرا
ہے پیش نظر ہر دم حسنِ نمکیں تیرا

اے قصر امارت کی ویرانی و بربادی
کس گوشۂ عبرت میں سوتا ہے مکیں تیرا

آنکھوں کے تبسم نے سب کھول دیا پردہ
ہمسر نہ چلا جادو اے چینِ جبیں تیرا

جز کثرتِ محرومی جز غایتِ دلگیری
مونس نہوا کوئی اے جانِ حزیں تیرا

تھا سحر وہ کیا ایسا تاثیرِ محبت کا
پڑھتے ہیں جو سب کلمہ اے دشمنِ دیں تیرا

جس نور سے روشن ہیں جان و دلِ مشتاقاں
شاید وہ تصدق ہے اے ماہ جبیں تیرا

مرغوب تمنا ہے محبوبِ دل و جاں ہے
ہر وضع جفا تیری ہر شیوۂ کیں تیرا

ہم خوب سمجھتے ہیں حسرت سے تری باتیں
اقرار ہے در پردہ انکار نہیں تیرا

سرگرمِ ناز تو آپ کی شانِ جفا ہے کیا
باقی ستم کا اور ابھی حوصلہ ہے کیا

آنکھیں تری جو ہوش ربائی میں فرد ہیں
ان میں یہ سحر کاریِ رنگِ حیا ہے کیا

گر جوشِ آرزو کی ہیں کیفیتیں یہی
میں بھول جاؤنگا کہ مرا مدعا ہے کیا

آتے ہیں وہ خیال میں کیوں میرے بار بار
عشق خدا نما کی یہی ابتدا ہے کیا

اک برق مضطرب ہی کہ اک سحر بے قرار
کچھ پوچھئے نہ وہ نگہ فتنہ زا ہے کیا

اس درجہ دلپذیر ہے آہنگ نغمہ کیوں
پنہاں لباس ورد میں تیری صدا ہی کیا

جل بھی دئے وہ چھین کے صبر و قرار دل
ہم سوچتے ہی رہ گئے یہ ماجرا ہی کیا

نزدیک بام یار سے ہی نردبان عشق
اے دل یہ جائے حوصلہ ہی دیکھتا ہی کیا

حسرت جفائے یار کو سمجھا جو تو وفا
آئین اشتیاق میں یہ بھی روا ہے کیا

مجھکو خبر نہیں کہ مرا مرتبا ہے کیا
یہ تیرے التفات نے آخر کیا ہے کیا

ملتیں کہاں گداز طبیعت کی لذتیں
رنج فراق یار بھی راحت فزا ہے کیا

حاضر ہی جان زار جو چاہو مجھے ہلاک
معلوم بھی تو ہو کہ تمہاری رضا ہے کیا

ہوں درد لا دوائے محبت کا مبتلا
مجھکو نہیں خبر کہ دوا کیا دعا ہے کیا

میری خطا پہ آپ کو لازم نہیں نظر
یہ دیکھئے مناسب شان عطا ہی کیا

ہیں بہترین صلح یہ ظاہر کی رنجشیں
ناحق ہوں میں ملول وہ مجھسے خفا ہے کیا

گرویدہ جس سے تو ہی خبر بھی نہیں اُسے
پھر تیرے اضطراب کی حسرت بنا ہے کیا

کیا کہئے آرزوے دل مبتلا ہے کیا
جب یہ بھی خبر ہو کہ وہ رنگیں ادا ہی کیا

کافی ہیں میرے بعد پشیمانیاں تری
میں کشتۂ وفا ہوں مرا خونبہا ہی کیا

وقت کرم نہ پوچھے گا لطف عمیم یار
رند خراب حال ہی کیا پارسا ہی کیا

دیکھو جسے ہے راہ فنا کی طرف رواں
تیری محل سرا کا یہی راستا ہی کیا

ہم کیا کریں اگر نہ تری آرزو کریں
دنیا میں اور بھی کوئی تیرے سوا ہی کیا

یوں شکرِ جور کرتے ہیں تیرے ادا شناس
گویا وہ جانتے ہی نہیں ہیں گلا ہی کیا

رونے لگے ابھی سے کہ ہے ابتدائے حال
تم نے ابھی افسانۂ حسرت سنا ہے کیا

ہم بندگانِ در پہ مشقِ جفا ہے کیا
دلجوئی و وفا کا یہی مقتضا ہے کیا

محرومیوں نے گھیر لیا ہے خیال کو
اے عشقِ یار تیری یہی انتہا ہے کیا

شوقِ لقائے یار کہاں میں حزیں کہاں
اے جانِ بیقرار تجھے یہ ہوا ہے کیا

ہو جائے گی کبھی نہ کبھی جان نذرِ یار
بیمارِ عشق ہم ہیں ہماری شفا ہے کیا

لاکھوں کو جس نے صبر سے بیگانہ کر دیا
کیا کہئے آہ وہ نگہ آشنا ہے کیا

گرویدہ اسقدر ہی جو محرومیوں سے دل
اے دردِ یار تیری اسی میں بقا ہے کیا

سودائے عشقِ یار ملامت کی جا نہیں
حسرت کو پیرِ عقل یہ سمجھا رہا ہے کیا

غضب ہے دل کا حالِ شوق اُن سے بھی کہنا
مگر کا ہیکو مانے گا یہ پابند اجل کہنا

ارادے تھے کہ اُن سے حالِ دل سب ملکے کہدینگے
مگر ملنے پہ ہمسے آج ہوتا ہے نہ کل کہنا

غضب میں جان ہے پابندیٔ آدابِ اُلفت کی
کہ ہر ہر بات کو در پردہ کہنا فی المثل کہنا

الٰہی کیا ہوئے وہ ولولے آغازِ وحشت کے
کہ اب تو ہم ہیں اور افشائے بشت و جبل کہنا

مقرر ہے خیالِ یار کی یہ کاد فرمائی
نہوتا ورنہ ہم فرقت کے اور نسے غزل کہنا

فنا ہو جاتے ہم کارِ محبت میں تو بہتر تھا
کریوں پڑتا نہ حالِ یاس لیگ دست شل کہنا

پسند آیا طریقِ شاعری تیرا ہمیں حسرت
کہ جب کہنا کبھی کچھ نغز کہنا بے بدل کہنا

فراق یار میں بصرفہ غم کھانے سے کیا ہوگا
اگر مر بھی گئے اب ہم تو مر جانے سے کیا ہوگا

ہجوم آرزو کی کہہ رہا ہے داستاں سہرا
مگر نوشاہ کے دل کا بنا ہے ترجماں سہرا

سر ہر تار سے رنگینیاں جلوے کی پیدا ہیں
چھپائے گا کہاں تک حسن روئے مہوشاں سہرا

ہوا سے ہلتی ہیں لڑیاں کہ قرب روئے روشن سے
وفور شوق میں کرنے لگا بیتابیاں سہرا

رخ نوشاہ اگر اک گلستان حسن و خوبی ہے
تو اس گلشن کے حق میں ہے بہار بوستاں سہرا

نمایاں ہو گیا کچھ اور حسرت حسن یار اس سے
نگاہ شوق سے ناحق ہوا تھا بدگماں سہرا

ادا نہ ہم سے ہوا حق تری غلامی کا
نصیب شوق رہا داغ ناتمامی کا

بچھی ہیں راہ تمنا میں سیکڑوں آنکھیں
کہ ناز جلوہ کرے تیری خوشخرامی کا

کھلے نہ ہم سے خموشان آرزو کے لب
جو اتفاق بھی ہو اُن سے ہم کلامی کا

حضور مجھ پہ نہ ضائع کریں عطا اپنی
کہ مستحق ہوں جفا ہائے التزامی کا

بقدر شوق کہاں تاب التماس ہمیں
لکھیں جواب جو اس نامہ گرامی کا

بہت ہے میرے لیے جور گاہ گاہ کی یاد
اُمیدوار نہیں التفات سامی کا

نہاں ہو کرم یار میں ستم حسرت
بہت نہ کیجیے اظہار شاد کامی کا

راحت کو اضطراب سے مقرون کر دیا
ان شوخ پوشیوں نے تو دل خون کر دیا

بیتابیاں ہیں عام کہ اُس حسن شوخ نے
ریا سے محو صبر کا مضمون کر دیا

کیا کہیے ان مواعد رنگیں کی دلکشی
خوبی نے جن کی عقل کو مجنون کر دیا

اب دل ہے اور فراغت حیرت کہ یاس نے
تکلیف انتظار سے مصئون کر دیا

منسوب کرکے حسرت عاصی سے خلق نے
جذبات پاک شوق کو مطعون کر دیا

اک برق طپاں ہے کہ تکلم ہی تمہارا
پایا جو مجھے درپے اظہار تمنا
آنکھوں سے ہی یہ خواہش دیدار کو شکوہ
دیکھے نہیں کوئی محبت کی نظر سے

اک سحر ہے لرزاں کہ تبسم ہی تمہارا
بولے وہ سراسر یہ توہم ہی تمہارا
کچھ آج غضب رنگ تلاطم ہے تمہارا
کیا خوب یہ انداز تحکم ہے تمہارا

اب اُن سے کہو آرزوئے شوق نہ حسرت
وہ حسن بیاں آج کہاں گم ہے تمہارا

ردیف "ب"

صحبت اہل عشق و شغل شراب
تھا یہی مقتضائے عہد شباب

کس قدر سبز و تر ہے کشت خیال
گریۂ انتظار سے شاداب

غیر پر دیکھکر کرم تیرا
ہوگئی جان آرزو بیتاب

عشق سے ہی کہاں روا اے حسن
اسقدر اہتمام شرم و حجاب

ہمکو یکساں ہے لطف ہو کہ جفا
ہم کہ ہیں بادۂ وفا کے خراب

جان بھی دی پیام شوق کے ساتھ
ہمنے کھینچا نہ انتظار جواب

مذہب عشق ہے پرستش حسن
ہم نہیں جانتے عذاب و ثواب

قدرنشناس ہے جفا تیری
ورنہ جنس وفا نہیں کمیاب

ہے مرے شوق بیکراں کا شمار
نہ تری شرم ناروا کا حساب

لطفِ جاناں ہے جور کی تمہید
دیکھ حسرت تھا فریب سراب

ردیف "ت"

جانفزا تھی کسقدر یا رب ہوائے کوئے دوست
بس گئی جس سے مشام آرزو میں بوئے دوست

بیخودی میں اب نہیں کچھ امتیاز وصل و ہجر
رات دن پیش نظر ہے جلوۂ نیکوئے دوست

ہو چکی اب ہم گرفتاران فرقت کو نصیب
آہ وہ خوشبو کہ تھی پروردۂ گیسوئے دوست

اہل دل کرنے لگے ہیں جسکو نقش لوح جاں
ہے الف اللہ کا یا قامت دلجوئے دوست

بنگئی محفل کی محفل اک طلسم بیخودی
چلگیا آخر فسون نرگس جادوئے دوست

رہگئی ناکام و حیراں میری چشم اشتیاق
کامیاب نور تھا کسقدر جب حسن روئے دوست

شعر حسرت ہمنے یہ مانا کہ نازک ہے بہت
اس سے بھی کچھ بڑھ کے نازک ہے مگر خوشبوئے دوست

جو ناز حسن سے کی تھی کبھی غرور کی بات
ہو آجتک ہے مجھے یاد وہ حضور کی بات

بدیر جا کے ہوا ختم سلسلہ اس کا
جہاں جو اہل خرابات میں سرور کی بات

مزاج یار مکدر عدو سے کیوں ہوتا
ضرور کوئی نہ کوئی ہوئی فتور کی بات

میں دل کی آنکھ سے دیکھوں نہ چشم سر سے نہیں
کہ پھر نہ پیش نظر ہو وہ کوہ طور کی بات

نہ پوچھئے کہ ہوئی حسن کی عجب حالت
سنی جو پہلے پہل عشق ناصبور کی بات

ملے بھی وہ تو غرور جمال نے نہ سنی
زبان دل سے تمنائے بے شعور کی بات

وہ سب ہیں خفا مجھسے کیا کہوں حسرت

مجھے تو یاد نہیں ہے کوئی قصور کی بات

ردیف "ج"

رنگ یہ لایا ہجوم ساغر و پیمانہ آج
بھر گئی سیرابیوں سے محفل رندانہ آج

بسکہ زیب انجمن ہے جلوۂ جانانہ آج
ہے سراپا آرزو ہر عاشق دیوانہ آج

یہ ہوا بیتابیوں پر نشۂ مے کا اثر
کہہ دیا سب اُن سے حالِ شوق گستاخانہ آج

رشک سے مٹ مٹ گئے ہم تشنہ کامانِ وصال
جب ملا لبہائے ساقی سے لب پیمانہ آج

ہے فروغ بزم یکتائی جو وہ شمع جمال
آ گئی ہے دل میں بھی بیتابی پروانہ آج

ہیں سرور وصل سے لبریز مشتاقوں کے دل
کر رہی ہے آرزو میں سجدۂ شکرانہ آج

حسرتیں دل میں ہوئی جاتی ہیں پامال نشاط
ہے جو وہ جانِ تمنا رونق کاشانہ آج

غرق ہے رنگینیوں میں مستیوں سے چور چور
ہے سراپا بیخودی وہ نرگس مستانہ آج

میہمانِ خانۂ دل ہے جو وہ رشک بہار
ہو گیا ہے غیرت فردوس یہ ویرانہ آج

مل گیا اچھا سہارا عذر مستی کا ہمیں
لے لیا آغوش میں اُس گل کو بیباکانہ آج

خم لگا دے ہم بلا نوشوں کے منہ سے ساقیا
کام آئے گا نہ ساغر آج نے پیمانہ آج

دیکھیے اب رنگ کیا لائے وہ حسن دلفریب
آئینہ پیش نظر ہے ہاتھ میں ہے شانہ آج

میں ہی اے حسرت نہیں محو جمال روئے یار
پڑ رہی ہیں سب نگاہیں اُس پہ مشتاقانہ آج

ردیف "ح"

اے غمِ عشق اے متاعِ فلاح
ہمکو صبر و سکوں نہیں درکار

اہل دل کیوں نہوں ترے مداح
دل مضطر کی یہی ہے صلاح

ہجر ماجرائے عالم سے
ہم ہیں وحشتِ خیال کے سیاح

ہے زمانِ وصالِ یار کی یاد
بابِ فردوسِ عیش کی مفتاح

ہم بھی مشتاق ہیں شہادت کے
اے کہ تجھے خونِ اہل شوق مباح

غم ترا مایہ سرورِ قلوب
یاد ہے تیری مونسِ ارواح

اب کہاں ہجر یار میں حسرت
لذت اکل شام و شرب صباح

ردیف "خ"

خون بیجرمی سے اپنی دیکھکر تلوار سرخ
ہوگئی مارے ندامت کے جبیں یار سرخ

اشکبار ہے جہاں میں ہرطرف رنگ بہار
سبز تو ہے صحن گلشن دامن کہسار سرخ

دیکھئے کس کس کو اعزاز شہادت ہو نصیب
آج نکلا ہے بدلکر رنگ وہ عیار سرخ

اسقدر کیں مستیاں ہم بادہ خواروں نے کہ آج
ہوگیا سب رنگ مے سے خانۂ خمار سرخ

مل گیا حسرت شہیدان وفا کا خونبہا
ہوگئی ہیں رو نسرو تمہر وچشم یار سرخ

ردیف "د"

دشوار ہے اے ملامت اے پند
ہوں اہل جنوں خرد کے پابند

شرمندۂ جور ہو نہ وہ شوخ
ارباب وفا میں یوں ہی خرسند

زیبا ہیں فرقِ عاشقی ہے
دستار جنوں میں غم کا پیوند

سیکھا ہے کہاں سے اے لبِ یار
یہ شیوۂ دلکش شکر خند

مہمانِ فراق ہے تری یاد
بیخود ہے خیال آرزو مند

لے صبر و سکوں سے کام حسرت
آئین وفا کی تجھکو سوگند

یہ ماتم روز وصل تا کے
یہ گریہ بیقرار تا چند

مجبور مجھکو جان کے عہد وفا کے بعد
بیمہریاں وہ کرنے لگے اعتنا کے بعد

اہل رضا کی جان ہی اتنی سی یہ امید
کچھ اور بھی ہے اس ستم بر ملا کے بعد

محجوبئ سوال سے اس چشم ناز میں
منظور یوں نکا رنگ عیاں ہی حیا کے بعد

نے راحت سرور نہ تکلیف اضطراب
باقی نہیں ہی کچھ بھی دل مبتلا کے بعد

تم پر مٹے تو زندۂ جاوید ہو گئے
ہمکو بقا نصیب ہوئی ہے فنا کے بعد

افزوں ہوئیں کچھ اور محبت کی شورشیں
تجدید آرزو جو ہوئی التوا کے بعد

دامانِ صبر ہاتھ سے حسرت نہ چھوڑو
گر خواہش طرب ہی ہجوم بلا کے بعد

ردیف "ذ"

کچھ دردِ دل سے بڑھکے ہی دردِ جگر لذیذ
تجھسے ہیں جتنے درد وہ سب ہیں مگر لذیذ

مایوسیوں سے کام نہ لے جان مبتلا
رنج فراق یار بھی ہے سر بسر لذیذ

جان حزیں کو بھول گئی سختیٔ فراق
کچھ اسقدر ہے گریۂ وقت سحر لذیذ

کہتا ہے کون شورش باطن کو بےمزا
مرغوب شوق کیوں ہے نہیں ہے اگر لذیذ

اشک وفا سے دامن حسرت ہو لالہ رنگ
پی جائے گر نہ پا کے اُنہیں چشم تر لذیذ

ردیف "ر"

صبر مشکل ہے ضبط ہے دشوار
دل وحشی ہے اور جنون بہار

کشمکش میں ہے کامرانیٔ شوق
مجھکو ابرام ہے اُنہیں انکار

دل مایوس میں ہے نقش امید
یا مسافر کوئی غریب دیار

ق

لطف کر لطف اے سراپا ناز
تجھپہ رنگینیٔ بہار نثار

دل عشاق ہیں امید کے جام
بادۂ اشتیاق کے سرشار

اے تری ذات مجمع ضدین
حسن سب نور ہے تو خو سب نار

غیر ممکن ہے ہم سے طاعت غیر
اے جفاکار اے غریب آزار

روح آزاد ہے خیال آزاد
جسم حسرت کی قید ہے بیکار

اٹھو اُٹھو سما نہیں آنکھوں سے ما انتظار
کسطرح کاٹے کوئی شبہائے تار انتظار

اُن کی الفت کا یقیں ہو اُنکے آنے کی امید
ہوں یہ دونوں صورتیں تب ہے بہار انتظار

عمر کیجے صرف حسرت یاد گیسو و رخسار یار
یوں بسر کیجئے لیل و نہار انتظار

جان و دل کا حال کیا کہیے فراقِ یار میں
جانِ مجروحِ الم ہے دل فگارِ انتظار

کیا ہوئیں آسانیاں وہ روزگارِ وصل کی
اب تو ہم ہیں اور رنجِ بیشمارِ انتظار

میری آہیں نارسا میری دعائیں نا قبول
یا الٰہی کیا کروں میں شرمسارِ انتظار

صبر کی طاقت نہیں باقی دلِ مایوس میں
دیکھیے کیونکر بسر ہو روزگارِ انتظار

راہ تیری اسقدر دیکھی کہ اے غفلت شعار
میری آنکھیں بن گئیں سرمایہ دارِ انتظار

اُن کے خط کی آرزو ہے اُنکی آمد کا خیال
کسقدر پھیلا ہوا ہے کاروبارِ انتظار

ہے دلِ مسرورِ حسرت اک طربزارِ امید
پھونک ڈالے گر نہ اُس گلشن کو نارِ انتظار

عشق کی روحِ پاک کو تحفۂ غم سے شاد کر
اپنی جفا کو یاد کر میری وفا کو یاد کر

جان کو محوِ غم بنا دل کو وفا نہاد کر
بندۂ عشق ہے تو یوں قطعِ رہِ مراد کر

غمزۂ [illegible] اور بھی جانفزا بنا
پیکرِ نازِ حسن پر رنگِ حیا زیاد کر

حرص کی دوڑ دوڑ کو عشرتِ جاوداں نہ جان
فکرِ معاش سے گزر حوصلۂ معاد کر

اے کہ نجاتِ ہند کی دل سے ہے تجھکو آرزو
ہمتِ سربلند سے یاس کا انسداد کر

قول کو زید و عمر کے حد سے سوا اہم نہ جان
روشنیٔ ضمیر میں عقل سے اجتہاد کر

حق سے بعید مصلحتِ وقت پہ جو کبھی کریں
اُسکو نہ پیشوا سمجھ اُسپہ نہ اعتماد کر

خدمتِ اہلِ جور کو کر نہ قبول زینہار
فن و ہنر کے زور سے عیش کو خانہ زاد کر

غیر کی جد و جہد پہ تکیہ نہ کر کہ ہے گناہ
کوششِ ذاتِ خاص پر ناز کر اعتماد کر

غضب ہے کہ پابندِ اغیار ہو کر
مسلمان رہ جائیں یوں خوار ہو کر

سمجھتے ہیں سب اہلِ مغرب کی چالیں
مگر پھر بھی بیٹھے ہیں بیکار ہو کر

اُٹھے ہیں جفا پیشگاں مہذب
ہمارے مٹانے پہ تیار ہو کر

تقاضائے غیرت یہی ہے عزیزو
کہ ہم بھی رہیں اُن سے بیزار ہو کر

ابھی تم کو سمجھے نہیں اہل مغرب
بتا دو اُنہیں گرم پیکار ہو کر

فریب و دغا کے مقابل میں تم بھی
نکل آؤ بیرحم و خونخوار ہو کر

کہیں صلح و نرمی سے رہ جائے دیکھو
نہ یہ عقدۂ جنگ دشوار ہو کر

یہ ترک و عرب ٹھان لیں اپنے دل میں
رہیں گے نہ محکوم کفار ہو کر

وہ ہم کو سمجھتے ہیں احمق جو حسرت
وفا کے ہیں طالب دلآزار ہو کر

ردیف "ز"

چلتا ہے روز دورِ مے ارغواں ہنوز
جاری ہے فیضِ محفلِ پیرِ مغاں ہنوز

ردیف "س"

ہے غضب ہنگامۂ فصل بہار ابکی برس
دل پہ کاہے کو رہے گا اختیار ابکی برس

ہے جنون شوق ابھی سے بیقرار ابکی برس
کیا غضب ڈھائیگا طوفان بہار ابکی برس

کامیابی ہو کہ ہو [illegible] پابوس امید
کھینچ ڈالیں اور رنج انتظار ابکی برس

[illegible] گذرے بہت اب دیکھئے
کیا دکھاتے گردش لیل و نہار ابکی برس

[illegible] ساقی ہم حسرت کشان بادہ سے
ملکے رویا خوب ابر نوبہار ابکی برس

[illegible] ترک بیعت کو ہوئیں پہلے عجب
یاد یار آتی ہے کیوں بے اختیار ابکی برس

جوشِ گل کی ہیں یہی کیفیتیں تو کیا عجب	اشکِ بلبل سے قفس ہو لالہ زار ابکی برس

حسرت شوریدہ سر ہی پائمالِ اشتیاق
اسطرح بھی کر گذر اے شہسوار ابکی برس

ردیف ش

پیمانِ وفا نکر فراموش	اے حسرتِ بیقرار خاموش
دیوانۂ حسنِ پاکدامان	ہی پردۂ دل میں عشق روپوش
اُس عشوۂ نازنیں کے جلوے	ہیں دشمنِ عقلِ مصلحت کوش
پوشیدہ بکونِ یاس میں ہی	اک محشرِ اضطراب خاموش

آزاد ہیں قید میں بھی حسرت
ہم دلشدگانِ خود فراموش

سب ہیں تری انجمن میں بیہوش	نظارۂ حسن کا کسے ہوش
بیہوش کیا ہی سب کو تو نے	اب جسکو خدا دے ہوش رہے ہوش
ہوجاؤ نثارِ حیرتِ عشق	اے دانش و اے قرار و اے ہوش
تم آئے کہ ختم ہو گئے ہم	باقی تھے مگر اسی لیے ہوش

ہم عرصۂ حشر میں بھی حسرت
پہچان گئے انھیں زہے ہوش

ردیف ص

یورپ میں جیسے پھیل گئی وبائے حرص
چلنے لگے نہ سارے جہاں میں ہوائے حرص

ہے چین و کوریا کے مٹانے پہ مستعد
جاپان بھی ہوا ہے مگر آشنائے حرص

ردیف ض

جان وفا شعار کو شکوۂ غم سے کیا غرض
عذر جفا سے کام کیا عرض کرم سے کیا غرض

سرخوشیہائے شراب شکوہ سے کیا غرض
مست الفت ہیں ہمیں اس آرزو سے کیا غرض

ردیف ط

دل ہے غرق شادمانی جان سیراب نشاط
وصل کی شب ہم کو ہیں جملہ اسباب نشاط

ہے جہان آرزو میں آج گویا ذوق عید
چل رہا ہے محفل دل میں مئے ناب نشاط

حسرتیں وقف طرب ہیں آرزوئیں سرور
بخت نے کھولا ہے روئے شوق پر باب نشاط

ہیں فراہم اہل ذوق آمادہ ہے بزم طرب
اہتمام نغمہ سنجی میں ہیں ارباب نشاط

ہوگئی جوشش تمنا سے مبدل بیخودی
ساز حیرت پہ لگی جس وقت مضراب نشاط

کامیاب عیش بیحد ہے دل عشرت نصیب
آرزو کے سر سے گذرا جائے ہے آب نشاط

ہے غرض ہر سمت اک ہنگامہ شادی بپا
کچھ نہیں چلتی ملامتگر کی در باب نشاط

چل سکے گا اب نہ قابو دلبری پر حسن کا
یار مجبور حیا ہے میں ہوں بیتاب نشاط

ساز و سامان خرد سرمایہ ہوش و حواس
آج لیجائے بہا کر سب کو سیلاب نشاط

رشک سے بیتاب ہے پیر مغاں دور فلک — ہوشیار اے بیخبر اے غافل خواب نشاط

ہے بیگانہ نام حرمان اتم اے وصل یار
خاطر محروم حسرت کو نہیں تاب نشاط

ردیف ظ

کچھ ہمکو عجب گر ہے مستی میں ملا حظ — ایسا تو کسی شے میں نہوگا بخدا حظ

کیا اے اگر آئے بھی ہم ہجر کے سہے تم — اس سے تو بڑھا درد جگر اور کیا حظ

مرغوب دل و جان تمہاری نگہوں ہو — رکھتا ہے تم شوق حد سے سوا حظ

پوچھے کوئی رندان سیہ مست کے جی سے — کیا کچھ نہ انہیں خدمت ساقی میں ملا حظ

اچھا ہے اگر فصل گل آئی ہے جائیں — کیا اس سے مگر پائیں گے ہم بیسروپا حظ

تم مشق جفا چھوڑ دو گر ہو نہیں معلوم — رکھتی ہے جو پابندی آئین وفا حظ

ہے پاس ادب رسم قدیم شعرا کا
حسرت ہمیں اس قسم کے اشعار میں کیا حظ

ردیف ع

الوداع اے ماہ رمضان الوداع — الوداع اے مونس جاں الوداع

تجھ سے روشن تھا سواد ملک جاں — اے چراغ نور ایماں الوداع

اے زمان رحمت حق الفراق — اے محب اہل عصیاں الوداع

اے نشان شان صبر و فقر و عشق — شاہد عشاق حیراں الوداع

لذت اظہار وا اے لطف سحر
عین راحت تجھسے تھی تکلیف قید

تم میں تھا عیش فراواں الوداع
اے انیس اہل زنداں الوداع

قدر جانی کچھ نہ تیری اے عزیز
تجھسے حسرت ہے پشیمان الوداع

ردیف "غ"

دل نہ تھا رنج ہجر یار کا داغ
کر نہ ہم غمزدوں پہ جور اتنا
چھیڑنا حق نہ اے نسیم بہار
ہے وہ اک لالہ زار ناکامی

کیا ہوا آہ وہ زمان فراغ
گل نہ ہو جائے عاشقی کا چراغ
سیر گل کا یہاں کسے ہے دماغ
دل نے کھائے ہیں بسکہ داغ پہ داغ

ہمنے ڈھونڈھا بہت مگر حسرت
نہ ملا دل میں خرمی کا سراغ

ردیف "ف"

وہ شوخ عجب کیا ہے مجھسے جو نہیں واقف
ہم عشق کے بندوں کو اسلام سے کیا مطلب
تقریب محبت کی کیا خوب وہ تھی ساعت
ناکامی بیحد کا رہتا ہے گو ہم پر

گناموں سے ہوتا ہے کوئی بھی کہیں واقف
اس بات سے خود ہوگا وہ دشمن دیں واقف
جس وقت ہوا مجھسے وہ ماہ جبیں واقف
ہم درد کے خوگر ہیں درماں سے نہیں واقف

بیکار تو اے دولت حسرت کو نہ دے الہی

ہے تیرے بکھیڑوں سے وہ خاک نشیں واقف

ردیف "ق"

تجھ سے ہے حسن و جمال دو جہاں کی رونق
اے تری یاد مرے خانۂ جاں کی رونق

یاد میں اُس گل رعنا کے جو نکلے آنسو
بن گئے دیدۂ خونابہ فشاں کی رونق

جاگزیں جب سے ہوئی تیری محبت دل میں
بڑھ گئی اور بھی اس جنس گراں کی رونق

مقدم یار کی آنکھوں میں بسی ہے جو بہار
قابل دید ہے چشم نگراں کی رونق

ہر طرف رندی و مستی کا نمودار ہے رنگ
ہے خرابی سے خرابات مغاں کی رونق

کیا نہیں شوق شہادت کو یہ کافی اعزاز
کہ مرا سر ہے ترے نوک سناں کی رونق

تیرے حسن نظر افروز کے جلوے اے شوخ
ہو گئے ہیں نگہ دیدہ [illegible] کی رونق

شعر سے تیرے ہوئی مصحفی و میر کے بعد
تازہ حسرتؔ اثر و حسن بیاں کی رونق

وصل کی شب وہاں ہے سوئے فراق
آنکھ لگی تو ہوا ہیں [illegible] ق

اشک بھر لائے وہ بھی وقت سحر
جب چلی آہ گفتگوئے [illegible] ق

خود ہیں وہ جانِ آرزوئے وصال
یاد ہے ان کی آمد و رفت [illegible] ق

خرمی ہائے وصل یار کے بعد
اپنے کھائے خدا نہ رشک فراق

بھر افزائش [illegible] وصال
شوق کو پھر ہے جستجو [illegible] ق

کون اُن کی فراموشی سے کرے
عرض احوالِ موبوئے [illegible] ق

غلغلِ عہدِ عیش سے حسرتؔ

بڑھ گئے ہیں شور نالے ہائے فراق

ردیف "ک"

محروم طرب ہے دل دلگیر ابھی تک
باقی ہے ترے عشق کی تاثیر ابھی تک

وصل اُس بت بدخو کا میسر نہیں ہوتا
وابستۂ تقدیر ہے تدبیر ابھی تک

اک بار سنی تھی سو میرے دل میں ہے موجود
ہے جان تمنا [illegible] تقریر ابھی تک

سیکھی تھی جو انداز محبت میں قلم نے
باقی ہے وہ رنگینی تحریر ابھی تک

اس درجہ نہ بیتاب ہوئے شوق شہادت
ہے میان میں اُس شوخ کی شمشیر ابھی تک

کہنے کو تو میں بھول گیا ہوں مگر اے یار
ہے خانۂ دل میں تری تصویر ابھی تک

بھولی نہیں دل کو تری دزدیدہ نگاہی
پہلو میں ہے کچھ کچھ خلش تیر ابھی تک

تھے حق پہ وہ بیشک کہ نہوتے تو نہوتا
دنیا میں بپا ماتم شبیر ابھی تک

گذرے بہت اُستاد مگر رنگ اثر میں
بیمثل ہے حسرت سخن میر ابھی تک

ردیف "گ"

بکھرے رخ روشن پہ جو ہیں گیسوئے شبرنگ
نکلا ہے ترے حسن دل آرا کا غضب رنگ

کیا کیجیے بیاں اُس تن نازک کی حقیقت
خوشبو میں ہے گل بو تو لطافت میں ہے سب رنگ

سب سیکھ لیا غیر سے افسون شرارت
باقی وہ کہاں سادگی یار کا اب رنگ

اک چشمۂ حسرت ہے کہ آنکھوں سے ہے جاری
عشاق کا ہے صدمۂ ہجراں سے عجب رنگ

پوچھو نہ شب وصل کی لذت کہ ابھی تک
بدلا ہی رخ شوق کا از روے طرب رنگ

دل خون ہوئے جاتے ہیں رباب نظر کے
رکھتی ہے قیامت کا تری سرخی لب رنگ

حسرت تری اس پختہ کلامی کی ہے کیا بات
پایا ہی کسی اور سخنور نے یہ کب رنگ

عہد مستی کے اب کہاں وہ رنگ
[illegible] بادہ [illegible] رنگ

ایسی پھر شب نصیب ہو کہ نہ ہو
ساقی با ہوش [illegible] کر سے روز رنگ

[illegible] تھا وہ [illegible]
خوبتر تھی وہ [illegible] عشق کی جنگ

آہ وہ مہر کا [illegible]
[illegible] لب [illegible] رنگ

میں طلبگار [illegible]
حسرت کے [illegible] پائے یگا رنگ

ق

[illegible] چپا [illegible]
ختم ہوئے کو آئی [illegible]

ردیف ل

ازبسکہ حسن یار ہے خوبی سے جانِ دل
لائے کہاں سے روز کوئی ارمغانِ دل

راہِ وفا میں قہر ہوئی ظلمتِ فراق
محروم ہی ان نے لوٹ لیا کاروانِ دل

یک قطرہ خون بھی سینۂ عشاق میں نہیں
اُس شوخ کو مگر ہے ابھی تک گمانِ دل

ٹھرا ہے اک نگاہِ کرم پر معاملہ
اے لطفِ یار مفت ہے جنسِ گرانِ دل

ہیں خون آرزو سے جو سیراب داغ یاس
ہمرنگ نوبہار ہے حسرت خزانِ دل

ردیف م

روشن جمال یار سے ہی انجمن تمام
دہکا ہوا ہی آتش گل سے چمن تمام

حیرت غرور حسن سے شوخی سے اضطراب
دل نے بھی تیرے سیکھ لیے ہیں چلن تمام

اللہ ری جسم یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

دل خون ہو چکا ہی جگر ہو چکا ہی خاک
باقی ہوں میں مجھے بھی کر اے تیغ زن تمام

دیکھو تو چشم یار کی جادو نگاہیاں
بیہوش اک نظر میں ہوئی انجمن تمام

ہی ناز حسن سے جو فروزاں جبین یار
لبریز آب نور ہی چاہ ذقن تمام

نشو و نمائے سبزہ و گل سے بہار میں
شادابیوں نے گھیر لیا ہی چمن تمام

اس نازنیں نے جب سے کیا ہی وہاں قیام
گلزار بن گئی ہی زمین دکن تمام

اچھا ہی اہل جور کیے جائیں سختیاں
پھیلیگی یونہیں شورش حب وطن تمام

سمجھے ہیں اہل شرق کو شاید قریب مرگ
مغرب کے یوں ہیں جمع یہ زاغ و زغن تمام

شیرینی نسیم ہی سوز و گداز میر
حسرت ترے سخن پہ ہی لطف سخن تمام

ردیف ن

کام لوں ناکامیوں سے عشق کا کتنا کروں
ہو کے واقف لطف غم سے ابتدا نو کیا کروں

بڑھ چلا تھا حد سے جو شیوہ بیگانگی
ورنہ میں اور اس سراپا ناز کا شکوہ کروں

وصل کی شب بھی ہوئی جاتی ہی صرف اضطراب
اس ہجوم آرزو کو یا الٰہی کیا کروں

جان کر مجھپر ستم ہی ہو تو ہو منظور شوق
لطف بے پروائی ہر گیا قدر کیوں پرواکروں

مجھسے تم چھپنے لگے اچھا کیا یونہیں سہی
اور جو میں اب دیدۂ دل ہی تمہیں دیکھا کروں

اُسکے لطف بندہ پرور کا ہوں اک ادنیٰ غلام
میری کیا طاقت کہ عشق یار کا دعوی کروں

ہر یہی شرط وفاداری کہ بے چون وچرا
وہ مجھے چاہے نہ چاہے میں اُسے چاہا کروں

اے ستمگر مجھسے گو ترک وفا ممکن نہیں
میں کروں لیکن کبھی ایسا تو کیا بیجا کروں

حسرت اُس دیر آشنا کی آرزو آساں نہیں
دل میں پہلے ضبط غم کا حوصلا پیدا کروں

آوارۂ دشت جستجو ہیں
ہم خانہ بدوش آرزو ہیں

رندوں پہ یہ کیا ستم ہے ساقی
ساغر خالی ہیں پر سبو ہیں

دشوار ہے اہتمام تمکیں
ہمپر کہ ہلاک گفتگو ہیں

اسد چہ غرور ناروا ہے
[illegible] کہ حضور [illegible] ہیں

ناواقف بے نباہی گل
بلبل ہیں کہ [illegible] رنگ و بو ہیں

ہم زخمی تیغ عشق حسرت
بیگانہ خواہش رفو ہیں

بدل لذت آزار کہاں سے لاؤں
[illegible] اے ستم یار کہاں سے لاؤں

پرسش حال پہ ہے خاطر جاناں مائل
جرأت کوشش اظہار کہاں سے لاؤں

ہے وہاں شان تغافل کو جفا سے بھی گریز
التفات نگہ یار کہاں سے لاؤں

نور غنچہ ہے شب ہجر کی تاریکی میں
جلوۂ صبح کے آثار کہاں سے لاؤں

صحبت اہل صفا خوب ہے مانا لیکن
رونق خانۂ خمار کہاں سے لاؤں

شعر میرے بھی ہیں پُردرد لیکن حسرتؔ
میرؔ کا شیوۂ گفتار کہاں سے لاؤں

اے تلک اے افتخارِ جذبۂ حبِ وطن
حق شناس و حق پسند و حق یقین و حق سخن

تجھ سے قائم ہو بنا آزادیِ ملک کی
تجھ سے روشن اہلِ اخلاص و صفا کی انجمن

سب سے پہلے تو نے کی برداشت آزارِ ہند
خدمتِ ہندوستاں میں کلفتِ قید و محن

ذات تیری رہنمائے راہِ آزادی ہوئی
ہے گرفتارِ غلامی ورنہ یارانِ وطن

تو نے خودداری کا پھونکا اے تلک ایسا فسوں
یک قلم جس سے خوشامد کی مٹی رسمِ کہن

ناز تیری پیروی پر حسرتؔ آزاد کو
اے تجھے قائم رکھے تا دیر ربِ ذوالمنن

خوبرویوں سے یاریاں نہ گئیں
دل کی بے اختیاریاں نہ گئیں

عقل صبر آشنا سے کچھ نہ ہوا
شوق کی بے قراریاں نہ گئیں

(ق)

دن کی صحرا نوردیاں نہ چھٹیں
شب کی اختر شماریاں نہ گئیں

ہوش یاں سدِ راہِ علم رہا
عقل کی ہرزہ کاریاں نہ گئیں

تھے جو ہم رنگِ ناز اُن کے ستم
دل کی امیدواریاں نہ گئیں

حسن جب تک رہا نظارہ فروش
صبر کی شرمساریاں نہ گئیں

طرزِ مومنؔ میں مرحبا حسرتؔ
تیری رنگیں نگاریاں نہ گئیں

مے و مینا سے یاریاں نہ گئیں
میری پرہیزگاریاں نہ گئیں

مر کے بھی خاک راہ یار ہوئے
اپنی الفت شعاریاں نہ گئیں

اشکباری سے سوز دل نہ مٹا
آہ کی شعلہ باریاں نہ گئیں

حسن کی دلفریبیاں نہ گھٹیں
عشق کی تازہ کاریاں نہ گئیں

سب نے چھوڑا مجھے مگر حسرت
درد کی غمگساریاں نہ گئیں

گرفتار محبت ہوں اسیر دام محنت ہوں
میں رسوائے جہان آرزو ہوں یعنی حسرت ہوں

عجب انداز ہے میرے مزاج لاابالی کا
نہ ممنون تمنا ہوں نہ مشتاق مسرت ہوں

مری بیتابیوں کا قول ہے ہم جان تمکیں ہیں
مری افتادگی کہتی ہے تاج فرق عزت ہوں

مرا شوق سخن پروردہ آغوش حرماں ہے
میں خود شیدائے غم ہوں نغمۂ درد محبت ہوں

نہیں ہے قدرداں کوئی تو میں ہوں قدرداں اپنا
تکلف برطرف بیگانۂ رسم شکایت ہوں

کمال خاکساری پر یہ بے پروائیاں حسرت
میں اپنی داد خود دے لوں کہ میں بھی کیا قیامت ہوں

گریباں چاک ہیں گلہائے رنگیں صحن بستاں میں
قیامت کا اثر تھا نالہائے عندلیباں میں

نگاہ یار بھی کس کس ادا سے لطف کرتی ہے
تغافلہائے بیجا میں نوازشہائے پنہاں میں

نگاہ شوق کیونکر کامیاب شادمانی ہو
غضب کا رعب ہے اس شوخ کے حسن نگہباں میں

قیامت کا تعلق ہے قیامت کی محبت ہے
مرے زخموں کی گویا جان ہے تیرے نمکداں میں

مجھے معلوم ہے پھر جوش الفت فتنہ لائیگا
ترے عہد تغافل میں مرے پیمان حرماں میں

تمہارے حسن روز افزوں کے جلوے کیا قیامت ہیں
نگاہ شوق کی بھی جا نہیں ہے چشم حیراں میں

الٰہی خیر میرے عہد ترک میگساری کی
ہجوم شوق ہیں ہنگامۂ فصل بہاراں میں

اثر کا مصرعۂ رنگیں پسند طبع **حسرت** ہے
قیامت ہے نہاں اُن کے تبسم ہائے پنہاں میں

ہمسر بھی مثل غیر ہیں کیوں مہربانیاں
اے بدگماں یہ خوب نہیں بدگمانیاں

حسرت ہے یادگارِ زمانِ جنوں ہنوز
باقی ہیں شوق یار کی اب تک نشانیاں

طاعت گذار ہوں دلِ حسرت پسند کا
ناکامیاں ہیں میرے لیے کامرانیاں

رنگ بہار باغ ہے مہمان یک نفس
اے وائے عندلیب تری شادمانیاں

ٹھیرا ہے ضبط شوق پہ اکر معاملہ
اللہ رے آرزو کی مرے بے زبانیاں

گو ترک آرزو کو زمانہ گذر گیا
لیکن گئیں نہ ہم سے تری سرگرانیاں

حسرت تری شگفتہ کلامی پہ آفریں
یاد آگئیں نسیم کی رنگیں بیانیاں

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الٰہی ترک اُلفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں

نہ چھیڑ اے ہمنشیں کیفیت صہبا کے افسانے
شراب بیخودی کے مجھکو ساغر یاد آتے ہیں

رہا کرتے ہیں قید ہوش میں اے وائے ناکامی
وہ دشت فراموشی کے چکر یاد آتے ہیں

نہیں آتی تو یاد اُن کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

حقیقت کھل گئی **حسرت** ترے ترک محبت کی
تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھکر یاد آتے ہیں

وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

بیزبانی ترجمان شوق بیحد ہو تو ہو
ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

[illegible] رسی میں دل [illegible] وزنگار عشق کی — اب نظر کا ہیکو آئیں گی یہ تصویریں کہیں
التفات [illegible] اک خواب آغاز وفا — سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں

تیری بیصبری ہی حسرت خامکاری کی دلیل
گریۂ عشاق میں ہوتی ہیں تاثیریں کہیں

عشق میں جان سے گذر جائیں — اب یہی جی میں ہے کہ مر جائیں
یہ ہمیں ہیں کہ قصر یار سے روز — بیخطر آ کے بیخبر جائیں
جامہ زیبی نہ پوچھئے اُن کی — جو بگڑنے میں بھی سنور جائیں
اُن کو مد نظر ہوا پردا — اہل شوق اب کہو کدھر جائیں
شب وہی شب ہے دن وہی دن ہیں — جو تری یاد میں گذر جائیں
گریۂ شام سے تو کچھ نہ ہوا — اُن تک اب نالۂ سحر جائیں
دوش تک بھی ملائے جاں ہیں بال — جانے کیا ہوں جو تا کمر جائیں

شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اُتر جائیں

قصۂ شوق کہوں درد کا افسانہ کہوں — دل ہوا قابو میں تو اُس شوخ سے کیا کیا نہ کہوں
خود ہی اقرار انہیں اپنی ستمگاری کا — پھر بھی اصرار ہے مجھسے کہ میں ایسا نہ کہوں
آپ بیٹھیں تو سہی آ کے مرے پاس کبھی — کہ میں فرصت میں حدیث دل دیوانہ کہوں

ردیف "و"

اثر عشق سے نکلیں جو تمہارے آنسو — دامن جاں میں وہ لے لیجئے سارے آنسو

ترے ستم سے میں خوش ہوں کہ غالباً یوں بھی
مجھے وہ شامل ارباب امتیاز کرے

غم جہاں سے جسے ہو فراغ کی خواہش
وہ ان کے درد محبت سے ساز باز کرے

امیدوار ہیں ہر سمت عاشقوں کے گروہ
تری نگاہ کو اللہ دلنواز کرے

ترے کرم کا سزاوار تو نہیں حسرتؔ
اب آگے تیری خوشی ہے جو سرفراز کرے

لایا ہے دل پر کتنی خرابی
اے یار تیرا حسن شرابی

پیراہن اُس کا ہے سادہ رنگین
یا عکس مے سے شیشہ گلابی

عشرت کی شب کا وہ دور آخر
نور سحر کی وہ لاجوابی

ق

پھرتی ہے اب تک دل کی نظر میں
کیفیت اُن کی وہ نیم خوابی

بزم طرب ہے وہ بزم کیوں ہو
ہم غمزدوں کو واں باریابی

اُس نازنیں نے باوصف عصمت
کی وصل کی شب وہ بے حجابی

ق

شوق اپنی بھولا گستاخ دستی
دل ساری شوخی حاضر جوابی

وہ روئے زیبا ہے جان خوبی
ہیں وصف جس کے سارے کتابی

اس قید غم پر [illegible] حسرتؔ
عالی جنابی گردوں رکابی

اور تو پاس مرے ہجر میں کیا رکھا ہے
اک ترے درد کو پہلو میں چھپا رکھا ہے

دل سے ارباب وفا کا ہے بھلانا مشکل
ہم نے یہ اُن کے تغافل کو سنا رکھا ہے

تم نے بال اپنے جو پھولوں میں بسا رکھے ہیں
شوق کو اور بھی دیوانہ بنا رکھا ہے

سخت بیدرد ہے تاثیر محبت کہ انہیں
بستر ناز پہ سوتے سے جگا رکھا ہے

آہ وہ یاد کہ اُس یاد کو ہو کر مجبور
دلِ مایوس نے مدت سے بھلا رکھا ہے

کیا تامل ہے مرے قتل میں اے بازوئے یار
ایک ہی وار میں سر تن سے جدا رکھا ہے

حسن کو جور سے بیگانہ نہ سمجھو کہ اُسے
یہ سبق عشق نے پہلے ہی پڑھا رکھا ہے

تیری نسبت سے ستمگر ترے مایوسوں نے
داغِ حرماں کو بھی سینے سے لگا رکھا ہے

کہتے ہیں اہلِ جہاں دردِ محبت جس کو
نام اُسی کا دلِ مضطر نے دوا رکھا ہے

نگہِ یار سے پیکانِ قضا کا مشتاق
دلِ مجبور نشانے پہ کھلا رکھا ہے

اس کا انجام بھی کچھ سوچ لیا ہے حسرت
تو نے ربط اُن سے جو اس درجہ بڑھا رکھا ہے

دل کو تری دزدیدہ نظر لیکے گئی ہے
اب یہ نہیں معلوم کدھر لیکے گئی ہے

اُس بزم سے آزردہ نہ آئے گی محبت
آئینِ وفا مدِنظر لیکے گئی ہے

[illegible] گوشۂ ملامت
مجبوریٔ دل خاک بسر لیکے گئی ہے

پہلے ہی سے مایوس نہ کیوں ہو کہ دعا کو
قسمت مری محرومِ اثر لیکے گئی ہے

اللہ ری کافر ترے اُس حسن کی مستی
جو زلف تری تا بکمر لیکے گئی ہے

مغموم نہو خاطرِ حسرت کہ ملک تک
پیغامِ وفا بادِ سحر لیکے گئی ہے

ہوا اُس کی خطا پوشی پہ کیوں نازِ گنہگاری
نشانِ شانِ رحمت بن گیا داغِ سیہ کاری

ستم تم چھوڑ دو میں شکوہ سنجیہائے ناچاری
کہ فرضِ عین ہے کیشِ محبت میں [illegible]

وفا سے دشمنی رکھکر مرے دل کی طلبگاری
بہت مشکل ہے اس جنسِ گرامی کی خریداری

ہوئیں ناکامیاں بدنامیاں رسوائیاں کیا کیا
نہ چھوٹی ہم سے لیکن کوئے جاناں کی ہواداری

وہ دن اب یاد آتے ہیں کہ آغاز محبت میں
نہ چالاکی تجھے اے شوخ آتی تھی نہ عیاری

نہیں غم جیب و دامن کا مگر یاں فکر ہے اتنی
نہ اٹھیگا مرے دست جنوں سے رنج بیکاری

نہ چھوڑا مرتے دم تک ساتھ بیمار محبت کا
قسم کھانے کے قابل ہے ترے غم کی وفاداری

نہ ان کو رحم آتا ہے نہ مجھ سے صبر ہے ممکن
کہیں آسان ہو یارب محبت کی یہ دشواری

وفور اشک پیہم سے ہجوم شوق بیحد میں
مری آنکھوں سے ہے اک آبشار آرزو جاری

غضب رنگینیاں تھیں گریہائے ابتدائی کی
ہوئی ہے جن سے دامان محبت پر یہ گلکاری

نہیں کھلتی مری نسبت تری اے حیلہ جو مرضی
کہ ہے اقرار دلجوئی نہ انکار ستمگاری

نہ کر اتنا ستم ہم دردمندوں پر کہ دنیا سے
مبادا یک قلم اٹھ جائے تہذیب وفاداری

رواں ہے قافلہ سوئے عدم ارباب محنت کا
گیا پہلے ہی دل اب جان محزوں کی ہے تیاری

خوشی سے ختم کر لے سختیاں قید فرنگ اپنی
کہ ہم آزاد ہیں بیگانۂ رنج دل آزاری

نہ دیکھے اور دل عشاق پر پھر بھی نظر رکھے
قیامت ہے نگاہ یار کا حسن خبرداری

یہی عالم رہا گر اس کے حسن سحر پرور کا
تو باقی رہ چکی دنیا میں راہ و رسم ہشیاری

وہ جس سے ہم آرزو پر [illegible] رہ چکا ہے [illegible]
تجھے خود نہ تھا [illegible] تصنع [illegible] ہوں آواری

چلا برسات کا موسم نہ چھوٹے قید غم سے ہم
[illegible] اب کی [illegible]

نسیم دہلوی کو وجد ہے فردوس میں حسرت
جزاک اللہ تیری شاعری ہے یا فسونکاری

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

جو چاہو سزا دے لو تم اور بھی کھل کھیلو
پر ہم سے قسم لے لو کی ہو جو شکایت بھی

دشوار ہے رندوں پر انکار کرم یکسر
اے صاحب میخانہ کچھ لطف و عنایت بھی

دل بسکہ ہے دیوانہ اُس حسن گلابی کا
رنگیں ہے اسی رو سے شاید غم فرقت بھی

خود عشق کی گستاخی سب تجھکو سکھا لیگی
اے حسن حیا پرور شوخی بھی شرارت بھی

برسات کے آتے ہی توبہ نہ رہی باقی
بادل جو نظر آئے بدلی مری نیت بھی

عشاق کے دل نازک اُس شوخ کی خو نازک
نازک اسی نسبت سے ہے کار محبت بھی

رکھتے ہیں مرے دل پر کیوں تہمت بیتابی
یاں نالۂ مضطر کی جب مجھ میں ہو قوت بھی

اے شوق کی بیباکی وہ کیا تری خواہش تھی
جس پر اُنھیں غصہ ہے انکار بھی حیرت بھی

ہر چند ہے دل شیدا حریت کامل کا
منظور دعا لیکن ہے قید محبت بھی

ہیں شاد و صفی شاعر یا شوق و وفا حسرت
پھر ضامن و محشر ہیں اقبال بھی وحشت بھی

آنکھوں کو انتظار سے گر دیدہ کر چلے
تم یہ تو خوب کار پسندیدہ کر چلے

نالوں سے دل کو پھر سے وہ شوریدہ کر چلے
بیدار سارے فتنۂ خوابیدہ کر چلے

اظہار التفات کے پردے میں اور بھی
وہ عقدہ ہائے شوق کو پیچیدہ کر چلے

ہم بیخودی سے چھپ نہ سکا راز آرزو
سب اُن سے عرض حال دل دیدہ کر چلے

ہمراہ غیر آ کے اُڑائی مری ہنسی
خوب آپ خاطر دل رنجیدہ کر چلے

تسکیں [illegible] اضطراب تو لے تھے وہ مگر
بیتابیوں کی رنج کو بالیدہ کر چلے

اہل نظر کو غمزہ [illegible] کیا
ایسی کچھ اک نگاہ وہ دزدیدہ کر چلے

تھا عشق یا کہ کوئی گنجینۂ مراد
ویران دل [illegible] پوشیدہ لے چلے

اس شان سے اُٹھے وہ کہ سب اہل بزم
پائے قرار صبر کو لغزیدہ کر چلے

طرفہ ماجرا ہے کہ حسرت سے مل کے وہ

کچھ جان و دل کو اور بھی شوریدہ کر چلے

ارباب اشتیاق سے پردا نہ چاہیئے
اے حسن خود نما تجھے ایسا نہ چاہیئے

اُنکا ستم بھی عین کرم ہے خواص کو
اسکا مگر عوام میں چرچا نہ چاہیئے

کچھ حد سے بڑھ چلی ہیں تری کج ادائیاں
اس درجہ اعتبار تمنا نہ چاہیئے

جو دیکھتے ہوں دیکھنے والوں کا دیکھنا
ایسوں کو آنکھ اٹھا کے بھی دیکھا نہ چاہیئے

اتنی سی شے کا تم سے تقاضا کریگا کون
دل لیکے ہم سے آنکھ چرانا نہ چاہیئے

اخفائے عشق مدنظر ہو تو حسن سے
اظہار آرزو میں محابا نہ چاہیئے

حسرت کی طرح اور بھی مشتاق ہیں بہت
اُس حسن بے مثال کو چھپنا نہ چاہیئے

روش حسن مراعات چلی جاتی ہے
ہم سے اور اُن سے وہی بات چلی جاتی ہے

اُس جفا جو سے بایمائے تمنا ابتک
ہوس لطف و عنایات چلی جاتی ہے

مل ہی جاتے ہیں پشیمانیِ غم کے اسباب
شوق حرماں کی مدارات چلی جاتی ہے

کچھ رہی تھی ہوس سو تغافل سے ترے
وہ بھی اے پیر خرابات چلی جاتی ہے

ہمسے ظاہر میں وہ ہر چند خفا ہیں لیکن
کوشش پرسش حالات چلی جاتی ہے

دن کو ہم اُنسے بگڑتے ہیں وہ شب کو ہمسے
رسم پابندیِ اوقات چلی جاتی ہے

اُس ستمگر کو ستمگر نہیں کہتے بنتا
سعیِ تاویلِ خیالات چلی جاتی ہے

نگہ یار سے پا لیتے ہیں دل کی باتیں
شہرتِ کشف و کرامات چلی جاتی ہے

حیرت حسن نے مجبور کیا ہے حسرت
وصل جاناں کی یونہیں رات چلی جاتی ہے

توڑ کر عہدِ کرم نا آشنا ہو جائیے
بندہ پرور جائیے اچھا خفا ہو جائیے

میرے عذرِ جرم پر مطلق نہ کیجے التفات
بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر کج ادا ہو جائیے

خاطرِ محروم کو کر دیجیے محوِ الم
درپئے ایذائے جانِ مبتلا ہو جائیے

راہ میں ملیے کبھی مجھ سے تو از راہِ ستم
ہونٹ اپنا کاٹ کر فوراً جدا ہو جائیے

گر نگاہِ شوق کو محوِ تماشا دیکھیے
قہر کی نظروں سے مصروفِ سزا ہو جائیے

میری تحریرِ ندامت کا نہ دیجے کچھ جواب
دیکھ لیجے اور تغافل آشنا ہو جائیے

مجھ سے تنہائی میں گر ملیے تو دیجے گالیاں
اور بزمِ غیر میں جانِ حیا ہو جائیے

ہاں یہی میری وفائے بے اثر کی ہے سزا
آپ کچھ اس سے بھی بڑھ کر پر جفا ہو جائیے

جی میں آتا ہے کہ اس شوخِ تغافل کیش سے
اب نہ ملیے پھر کبھی اور بے وفا ہو جائیے

دل سے یادِ روزگارِ عاشقی دیجے نکال
آرزوئے شوق سے نا آشنا ہو جائیے

کاوشِ دردِ جگر کی لذتوں کو بھول کر
مائلِ آرام و مشتاقِ شفا ہو جائیے

ایک بھی ارماں نہ رہ جائے دلِ مایوس میں
یعنی آخر بے نیازِ مدعا ہو جائیے

بھول کر بھی اس ستم پرور کی پھر آئے نہ یاد
اس قدر بیگانۂ عہدِ وفا ہو جائیے

ہائے ری بے اختیاری یہ تو سب کچھ ہو مگر
اس سراپا ناز سے کیونکر خفا ہو جائیے

چاہتا ہے مجھ کو تو بھولے نہ بھولوں میں تجھے
تیرے اس طرزِ تغافل کے فدا ہو جائیے

کشمکش ہائے الم سے اب یہ حسرتؔ جی میں ہے
چھٹ کے ان جھگڑوں سے مہمانِ قضا ہو جائیے

اثر تیرے تغافل کا رقیبِ کامراں تک ہے
وجودِ رشک یعنی اضطرابِ بدگماں تک ہے

ابھی دیکھی نہیں گستاخیاں جوشِ تمنا کی
تمہاری کم نگاہی التماسِ بے زباں تک ہے

چمن میں دورِ فصلِ گل ہے لیکن اے محرومی
قیامِ بلبلِ مجبور جسم باعبال تک ہے

دلِ بیتاب کی بیباکیاں اُنسے یہ کہتی ہیں
ذرا ہم بھی تو دیکھیں آپ کی شوخی کہاں تک ہے

مری مجبوریاں مشقِ جفا سے باز رکھیں گی
ترا شوقِ ستم ظالم خیالِ امتحاں تک ہے

سکھا دیگی ندامت شیوۂ قدرِ وفا اُن کو
یہ شانِ کج ادائی میری جانِ ناتواں تک ہے

مجھے طوفِ حرم کی آرزو کیوں ہو کہ گذر میرا
ہر کوئے بتاں تک ہے درِ پیرِ مغاں تک ہے

وہی جورِ خزاں ہوگا وہی محرومیاں ہونگی
نشاطِ بلبلِ بیدل بہارِ بوستاں تک ہے

ہماری داستانِ بیقراری بھی سنا دیجو
گذر تیرا تو اے بادِ صبا اُنکے مکاں تک ہے

کہاں سے آئیں گی نیرنگیاں ترکیبِ مومن کی
یہ لطفِ خوش بیانی حسرتِ رنگیں بیاں تک ہے

تیرا ناز بھول بیٹھا مری سب نیازمندی
بغرورِ دلربائی بہ یقینِ دلپسندی

نہ ہے اختیار مجھپر نہ ہے اعتبار دل پر
ترے عاشقوں کا دیکھے کوئی رنگ مستمندی

مجھے شکوۂ جفا کی نہیں آنے پاتی نوبت
وہ ستم بھی گر کرے ہے تو بہ لطفِ ہوشمندی

تری بزمِ ناز ظالم ہے عجب طلسمِ حیرت
کہ جہاں ہے میرے دلکو ہوسِ خدمت سپندی

غمِ آرزو کا حسرت سبب اور کیا بتاؤں
مری ہمتوں کی پستی مرے شوق کی بلندی

تھی راحتِ حسرت کی کس درجہ فراوانی
میں نے غمِ ہستی کی صورت بھی نہ پہچانی

اک [illegible] ہوں لیکن کیا میں ہوں [illegible]
اک دل ہی سو کیا دل ہے مجموعۂ پریشانی

کس درجہ شیفتہ ہوں تاثیرِ وفا میری
اُس شوخ پہ آتا ہے الزامِ پشیمانی

دیکھ اے ستمِ جاناں یہ نقشِ محبت ہیں
نقشے ہیں یہ دشواری مٹتے ہیں بہ آسانی

میں اُس بتِ بدخو کی اس آن پہ مرتا ہوں — کھینچا نہ کبھی اُس نے اندوہ پشیمانی
یاں صبر میں ہے پنہاں کیفیت بیتابی — واں لطف سے پیدا ہے انداز ستم رانی

قائم ہے ترے دم سے طرز سخن قائم
پھر ورنہ کہاں حسرت یہ رنگ غزلخوانی

سن چکے شکوے ملال خاطر ناشاد کے — ہم کہ خوگر ہیں سپاس لذت بیداد کے
ایک ذرا اُس شوخ کی محشر خرامی دیکھیو — دل میں ہنگامے بپا ہیں شورش فریاد کے
دیکھکر عالم مری حیرانی خاموش کا — اُڑ گئے ہوش اُنکی تمکین ستم ایجاد کے
ضبط راز عشق نے رخصت نہ دی فریاد کی — آکے لب تک رہ گئے شکوے تری بیداد کے
ننگ نام شوق تھی پابندی سود و زیاں — لاابالی مشغلے ہیں عاشق آزاد کے
رفتہ رفتہ مٹ رہی ہے صرصر بیداد میں — رنگ ہا ہیں بوئے وفا میں نکہت برباد کے

مرحبا حسرت بنایا خوب انداز ستم
لطف ہر ہر شعر میں ہیں بندش استاد کے

مینوشیوں میں بیخبر دو جہاں رہے — ہم خوش رہے کہ بندۂ پیر مغاں رہے
اُس بدگماں کو ترک وفا کے گماں رہے — محروم ہم کہ قائل ضبط فغاں رہے
اے وائے آرزوے عنادل کی سادگی — ممکن نہیں کہ جلوۂ گل جاوداں رہے
یارب ہمارے بعد بھی بزم شراب میں — ساقی کے دم سے دور مے ارغواں رہے
یہ مقتضائے رابطۂ حسن و عشق تھا — ہم بدگماں ادہر وہ اُدہر بدگماں رہے
ہنگامہ بہار کا دیکھا کبھی نہ رنگ — ہمنے کہ مبتلائے بلائے خزاں رہے
یہ شب فراق کی مٹتی ہیں سختیاں — یونہیں اگر خیال ترا مہرباں رہے

محرومیِ وفا سے نہ آیا یقین لطف
وہ مہرباں ہوئے بھی تو ہم بدگماں رہے

اُن سے شبِ وصال بھی کھلکر نہ ہم ملے
تا صبح شکوہ ہائے جفا درمیاں رہے

دلچسپ کسقدر تھا مرا قصۂ وفا
جب تک ہوا بیاں وہ محوِ بیاں رہے

رہنا تھا اُنکا ہو کے رہے جو ہنر بیز خلق
ہم کیا رہے کہ طبع جہاں پر گراں رہے

خاموشیوں پہ میری کہ حسرت نصیب تھیں
اُس پر جفا کو صبر و سکوں کے گماں رہے

حسرت روا روی میں بھی اتنا رہے لحاظ
اشعار میں نسیم کا رنگ بیاں رہے

اُس نازنیں سے ہمکو جتنے گزند پہونچے
سب دلپذیر پہنچے سب دلپسند پہنچے

عالم ہی اب ہیں وہ تفریح بے خلل کا
محفل میں تیری ناحق ہم دردمند پہنچے

دلبر گذر گئی کچھ لب تک جبھی تو آخر
آہیں بھی چند پہنچیں نالے بھی چند پہنچے

بے تابیوں نے آخر دعوائے صبر توڑا
پہنچے لبوں پہ نالے گو بند بند پہنچے

کس کو نہیں تمنا اُس بزم جانفزا کی
نزدیک ہی کہ دل بھی ہو کر سپند پہنچے

باوصف نارسائی تا ملکِ یاس حسرت
نالے ہمارے پہنچے اور سر بلند پہنچے

یاد ہیں سارے وہ عیش بافراغت کے مزے
دل ابھی بھولا نہیں آغاز الفت کے مزے

وہ سراپا ناز تھا بیگانۂ رسم جفا
اور مجھے حاصل تھے لطف بے نہایت کے مزے

حُسن سے اپنے وہ غافل تھا میں اپنے عشق سے
اب کہاں سے لاؤں وہ ناواقفیت کے مزے

میری جانب سے نگاہِ شوق کی گستاخیاں
یار کی جانب سے آغاز شرارت کے مزے

یاد ہیں وہ حسن و الفت کی نرالی شوخیاں
التماس عذر و تمہید شکایت کے مزے

صحتیں لاکھوں مری بیماریٔ غم پر نثار
جس میں اٹھے بارہا ان کی عیادت کے مزے

میں ہوں مجبور دل ہے سودائی
رخصت اے صبر اے شکیبائی

حسن کو ہے سر خود آرائی
مژدہ اے آرزوئے شیدائی

نظر افروز اہل بینش ہے
تیری پنہانیوں میں پیدائی

متحقق ہے جلوۂ رخ یار
متحیر ہے شخص بینائی

ہے وہ رنگیں ادا بشان وفا
جان محبوبی و دلآرائی

مذہب عاشقی میں ہے اے عقل
بیخودی انتہائے دانائی

اثر حسن یار سے آخر
آگئی عشق میں بھی رعنائی

عشق کامل کے دونوں ہیں مرغوب
سحر وصل و شام تنہائی

بندۂ بندگان حضرت عشق
حسرت سرفراز رسوائی

خیال یار میں بھی رنگ و بوئے یار پیدا ہے
یہ رنگیں ماجرائے عشق شیریں کار پیدا ہے

ترے روئے دلآرا کے تصور کا یہ عالم تھا
کہ چشم شوق میں اک حسن کا گلزار پیدا ہے

مرے اصرار مضطر میں نہاں تھی میری [illegible]
ترے اقرار آساں سے ترا انکار پیدا ہے

طریق عشق جاناں ہے جدا گبر و مسلماں کا
یہیں سے اختلاف سبحہ و زنار پیدا ہے

نگاہ آرزو گلچیں باغ رخ کا حراں ہے
نشان خواب مشکل طالع بیدار پیدا ہے

وفا میری بشکل بے زبانی آشکارا تھی
ستم تیرا برنگ پرسش اغیار پیدا ہے

نسیم دہلوی کی پیروی آساں نہیں حسرت
تجھی سے ہے کہ یہ نیرنگی گفتار پیدا ہے

رسم جفا کامیاب دیکھیے کب تک رہے
حب وطن مست خواب دیکھیے کب تک رہے

دل پہ رہا مدتوں غلبۂ یاس و ہراس
قبضۂ حزم و حجاب دیکھیے کب تک رہے

ق

تا بکجا ہوں دراز سلسلہائے فریب
ضبط کی لوگوں میں تاب دیکھیے کب تک رہے

پردۂ اصلاح میں کوشش تخریب کا
خلق خدا پر عذاب دیکھیے کب تک رہے

نام سے قانون کے ہوتے ہیں کیا کیا ستم
جبر بزیر نقاب دیکھیے کب تک رہے

دولت ہندوستاں قبضۂ اغیار میں
بے عدد و بے حساب دیکھیے کب تک رہے

ہے تو کچھ اکھڑا ہوا بزم حریفاں کا رنگ
اب یہ شراب و کباب دیکھیے کب تک رہے

حسرت آزاد پر جور غلامان وقت
از رہ بغض و عتاب دیکھیے کب تک رہے

اے گریہ سحر و مے تو جان محبت ہے
تو جان محبت ہے ایمان محبت ہے

ہر چند کہ بیتابی ہے لازمۂ محنت
ہم چپ ہیں کہ ایسا ہی فرمان محبت ہے

ہوں دولت و حشمت پر ارباب ہوس نازاں
یاں بے سر و سامانی سامان محبت ہے

مجبوری و حیرانی آغاز کی تھیں باتیں
بے خویشی و بیجانی پایان محبت ہے

در شور و شکایت تھی بیداد تری لیکن
منظوری و خاموشی شایان محبت ہے

بیگانۂ آرائش مستغنی آسایش
اے بے خبری حسرت حیران محبت ہے

کثرتِ مے التفات آموز مدہوشی نہ تھی
ورنہ مخانے میں ساقی مجھکو بیہوشی نہ تھی

رحم تیرا تھا بصورت سزا وار ثنا
مدح میری بر بنائے مصلحت کوشی نہ تھی

کیا ہوئے وہ دن کہ ارباب نظر کی آنکھ سے
اس سراپا ناز کو پرواے روپوشی نہ تھی

تھا حجاب اُنکا مری حیرت سے سرگرم کلام
تھی بظاہر خامشی در پردہ خاموشی نہ تھی

ظلم عصیاں سے مٹا حسرت نہ داغ عشق یار
اور کیا تھا اگر اُس کی خطا پوشی نہ تھی

عوض کرم پہ ترک جفا بھی نہ کیجئے
ایسا نہو کہ آپ ملا بھی نہ کیجئے

اُس بیوفا سے مصلحت شوق ہی یہی
اپنی ستم کشی کا گلا بھی نہ کیجئے

پھر کہئے کس امید پہ ہم زندگی کریں
جب آپ التفات ذرا بھی نہ کیجئے

منظور ہی جو ترک محبت ہی آپ کو
ہم پر ہجوم ناز و ادا بھی نہ کیجئے

حسرت یہ کیا ستم ہی کہ اک بت کے عشق میں
تو چاہتا ہی یاد خدا بھی نہ کیجئے

برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے
ہم نے اُس شوخ کو مجبور حیا دیکھا ہے

یاد بھی دلکو نہیں صبر و سکوں کی صورت
جب سے اس ماہ [illegible] رنگیں کو کھلا دیکھا ہے

پھر ابھی التفات ستم کوش کا مشتاق ہے دل
[illegible] لطف [illegible] کو ہمرنگ جفا دیکھا ہے

تجھ میں کچھ بات [illegible] بھی ہیں نہ [illegible]
یوں تو اوروں سے بھی دل ہم نے لگا دیکھا ہے

دل بیتاب جو [illegible] نہیں [illegible] ہی حسرت
نگہ شوق نے کیا جانئے کیا دیکھا ہے

[illegible]
سرشار محبت ہی خوشبوئے دہن تیری

مجبور وفا کرکے محروم کرم کرنا
بھولینگی نہ یہ باتیں اے عہد شکن تیری

باطن میں وہ بیمہری ظاہر میں یہ دلجوئی
ہم خوب سمجھتے ہیں ترکیب سخن تیری

غارتگر تمکیں ہے آشوب دل و دیں ہے
یہ طرز نگہ تیرا یہ وضع حسن تیری

جو ہم سے چھپائی تھیں ہمکو نہ بتائی تھیں
روشن ہیں وہ سب ہم پر باتیں من وعن تیری

اب رونے سے کیا ہوگا پروانہ ہے بے پروا
برباد ہے سب محنت اے شمع لگن تیری

اس شاہد رعنا کے اکرام اقامت سے
تقدیر چمک اٹھی اے ملک دکن تیری

تنہائی غربت سے مغموم تو ہو حسرت
کب تک نہ خبر لینگے یاران وطن تیری

ظاہر ملال رشک و رقابت نہ کیجئے
بہتر یہی ہے اُن سے شکایت نہ کیجئے

یا جوش اضطراب کو ملزم نہ جانئے
یا دل کو آشنائے محبت نہ کیجئے

مٹنے نہ پائیں رنجش باہم کی لذتیں
رفع ملال و دفع کدورت نہ کیجئے

حائل شب وصال ہے کیوں پردہ حجاب
اب اسکو درمیان سے رخصت نہ کیجئے

فوز عظیم عشق و جنوں کو سمجھئے
پروائے اہل پند و ملامت نہ کیجئے

واقف ہیں خوب آپ کی طرز جفا سے ہم
اظہار التفات کی زحمت نہ کیجئے

آئین دلنوازی و احساں کو دیکھئے
ہم بیدلوں پہ جور کی شدت نہ کیجئے

میں ہوں گناہگار تو دیجئے سزا مگر
اسدرجہ میرے حال سے غفلت نہ کیجئے

مجبوریوں کو صبر سے مانا نہ جائیے
اندازہ سکون طبیعت نہ کیجئے

عذر ستم ضرور نہ تھا آپ کے لیے
حسرت کو اسقدر بھی ندامت نہ کیجئے

ستم ہو جائے تمہید کرم ایسا بھی ہوتا ہے
محبت میں بتا اے ضبط غم ایسا بھی ہوتا ہے

بھلا دیتی ہیں سب رنج و الم حیرانیاں میری
تری تمکین بیحد کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے

جفائے یار کے شکوے نکلا اے رنج ناکامی
امید و یاس دونوں ہوں بہم ایسا بھی ہوتا ہے

مرے پاس وفا کی بدگمانی ہے بجا تم سے
کہیں بے وجہ اظہار کرم ایسا بھی ہوتا ہے

تری دلداریوں سے صورت بیگانگی نکلی
خوشی ایسی بھی ہوتی ہے الم ایسا بھی ہوتا ہے

وقار صبر کھویا گریہائے بیقراری نے
کہیں اے اعتبار چشم نم ایسا بھی ہوتا ہے

بدعوائے وفا کیوں شکوہ سنج جور ہے حسرت
دیار شوق میں اے ہو غم ایسا بھی ہوتا ہے

کون اس نگہ ناز کے قابو میں نہیں ہے
پھر دل کی خطا کیا ہے جو پہلو میں نہیں ہے

دل ہائے پریشاں کی ہے رونق تری غم سے
اس نور کی جا خاطر یکسو میں نہیں ہے

تاثیر ہے اس جلوۂ یکتا کی نمایاں
رنگینیٔ خوناب یہ آنسو میں نہیں ہے

حیف اس قدم شوق کی بیراہہ روی پر
جو اس گل رعنا کی تگاپو میں نہیں ہے

دیکھا تھا اُسے کس نظر ہوش ربا نے
اب تک دل بیتاب جو قابو میں نہیں ہے

رعنائی و زیبائی و محبوبی و خوبی
کیا بات ہے جو اس قد دلجو میں نہیں ہے

آجائے جو اندازۂ ارباب نظر میں
ایسی تو ضیا اس رخ نیکو میں نہیں ہے

ہے کون سی ایسی وہ ادا و لشکری کی
جو ترے گوشۂ ابرو میں نہیں ہے

پھر اور کہاں ہے دل گم گشتہ حسرت
آخر جو ترے طرۂ گیسو میں نہیں ہے

نہ ایسی شورش غم کس دل مضطر میں ہے
جس سے جنبش ہے زمیں کو آسماں چکر میں ہے

اسقدر تاکید کیوں ترکِ مے و ساغر میں ہی
محتسب خود بھی تو فکر جنت و کوثر میں ہے

جلوہ فرما ہی جو وہ حسن خود آرا بے نقاب
اک قیامت اور برپا عرصۂ محشر میں ہے

منعموں کی ہم غریبوں پر نظر پڑتی ہی یوں
گویا سر رشتہ تقدیر دست زر میں ہے

خاطر مایوس میں پوشیدہ ہی سب راز عشق
کچھ سر پرشور میں کچھ اور چشم تر میں ہے

میرے غمخانے میں تاریکی ہی رنگ یاس کی
جو نمایاں ہر طرف دیوار میں ہے در میں ہے

عارفوں کی روح بھی جسکے لیے ہی بیقرار
ایسی کیا شے ہی وہ ساقی جو ترے ساغر میں ہے

دام اسمیں بخیط اس میں قفس ہی بیقصور
شوق پابندی نہاں خود میرے بال و پر میں ہے

خوب ہے پرسش پنہاں یہ لطف گاہ گاہ
بات جو کمتر سے پیدا ہی وہ کب اکثر میں ہے

اہتزاز روح بلبل ہی بفصل نوبہار
جو عیاں ہر سمت شکل جنبش صرصر میں ہے

دل میں دیکھو میرے تفسیر کتاب حسن و عشق
بند اک نکتے میں ہی جو کچھ کہ اس دفتر میں ہے

بزم دشمن میں ہمارا بیٹھنا ہی ناگوار
ہم سبب روشن ہی جو کچھ آپکے تیور میں ہے

تجھکو ناصح کیا خبر شور جنوں کیا چیز ہے
دل میں بھی تیرے نہیں ہی وہ جو میرے سر میں ہے

کسقدر بیباک ہی در پردہ کیسی بے حجاب
وہ نظر پنہاں جو اس چشم حیا پرور میں ہے

ڈھونڈھتا کیا ہی دیار حسن میں اے شحنۂ عشق
بیخبر [illegible] وفا [illegible] اس کشور میں ہے

در جہاں حسرت بنا فی خوب تصویر عشق

قلعہ شہر سبا کا [illegible] دشمنوں کے سر میں ہے

جو [illegible] بیداری اسلام کی
خیر [illegible] شکل [illegible] میں ہے

خاطر افسردہ میں باقی ہی ابتک یاد عشق
گرمی آتش ہنوز اس مشت خاکستر میں ہے

قلت افواج ٹرکی پر نہو اٹلی دلیر ، ایک ہی سو کے لیے کافی جو اس لشکر میں ہے

اب خدا چاہی تو حسرت جلد ہوتا ہی بلند
رایتِ حریت و حق جو کفِ انور میں ہے

دل کی جو ترکِ عشق سے حالت بدل گئی ، وہ بیخودی وہ خمرِ مئی بے خلل گئی
مجھکو فلک نے تجھسے چھڑایا تو کیا ہوا ، کیا تیری یاد بھی مرے دل سے نکل گئی
آہ اس سے نارسا ہی جو رہتی تو خوب تھا ، کیوں اس حریم عیش میں یوں مچل گئی
سودا ہی وہ نہیں ہی جو سر سے چلا گیا ، حسرت ہی وہ نہیں ہی جو دل سے نکل گئی
اب دل ہی اور فراغ محبت کی راحتیں ، تشویش زندگانی و فکر اجل گئی
آہ اس نگاہ شوق کی مستی جو بیخبر ، خوبی پہ روئے یار کے پہلے ہی چل گئی
رنگینیوں کی جان ہی وہ پائے نازنیں ، میری نگاہ شوق جہاں سر کے بل گئی
اچھا ہی گوشہ گیر قناعت ہوے جو ہم ، تکلیف ہمنشینیٔ اہل دول گئی

حسرت یہ دورِ جہل ہی دولت کو ہی فروغ
اب ہم سے قدردانیٔ علم و عمل گئی

دل مایوس کو سرچشمۂ صدق و صفا کر دے ، گدازِ غم اگر چاہے تو مجھکو باخدا کر دے
عطا ہو اس وفا دشمن کو توفیق کرم یارب ، نہیں تو پھر مجھی کو بے نیاز مدعا کر دے
تقاضا کر رہا ہی اب یہ حسن تازہ کا اُنکا ، کہ جسنے دل دیا تھا جان بھی ہمیں فدا کر دے
اثر ایسا کہاں سے لاؤں یارب نالۂ دل میں ، جو اس بیمہر کو بھی رازِ غم سے آشنا کر دے
گراں گزریگا حرفِ آرزو اس طبع نازک پر ، نگاہ شوق اس مفہوم رنگیں کو ادا کر دے
ہوا جاتا ہی نورِ عشق پر دودِ ہوس غالب ، الٰہی اہلِ حق سے لوثِ باطل کو جدا کر دے

غرور حسن کی تاثیر سے ڈر ہے مجھے **حسرت**
کہیں ایسا نہ ہو یہ عشق کو بھی خود نما کر دے

مر کے ہم خاک راہ یار ہوئے ۔ سرمۂ چشم اعتبار ہوئے
فکر کونین سے نجات ملی ۔ قیدی عشق رستگار ہوئے
ضبطِ غم تک ہی زندگی اپنی ۔ مر مٹیں گے جو بیقرار ہوئے
اب نہ وہ شوق ہے نہ جوش و خروش ۔ سب تری یاد پر نثار ہوئے
میری محرومیوں کی حد نہ رہی ۔ تیرے احسان بے شمار ہوئے
نہ ہوا کوئی سرفراز کمال ۔ جب ہوئے تیرے خاکسار ہوئے

کیوں ہے بیکار جستجو **حسرت**ؔ
وہ نہوں گے نہ وہ دوچار ہوئے

تسکیں ہو سکی نہ دل ناشکیب کی ۔ سب ہم پہ کھل گئیں تری باتیں فریب کی
ہر وضع دلپسند ہے ہر رنگ دلپذیر ۔ کیا بات ہے کسی کے تن جامہ زیب کی
حُسن ذقن ہے روکش نور جبین یار ۔ ہے طرفہ ماجرا یہ بلندی نشیب کی
دل ہے ہلاک اُس سخن جاں نواز کا ۔ جاں مبتلا ہے اس نگہ دلفریب کی

یہ آج ہم سے جو چاہت جتائی جاتی ہے ۔ عدو سے ملنے کی خفت مٹائی جاتی ہے
غضب ہیں آپ سے سرگوشیاں ندیموں کی ۔ وہ بات کیا ہے جو ہم سے چھپائی جاتی ہے
وفور حسن سے ٹھہری ہی ہو جب آئینہ نظر ۔ یہ مجھ پہ مفت میں تہمت لگائی جاتی ہے
جنونِ عشق کا اظہار ہو ہی جاتا ہے ۔ اُڑی تو پھر یہ خبر کب دبائی جاتی ہے
پڑی تھی بزم رقیباں میں ایسی کیا افتاد ۔ کہ بات بھی نہیں تم سے بنائی جاتی ہے

بسی ہوئی ہے جن آنکھوں میں شوخیوں کی بہار
ادائے شرم اُنہیں کیوں سکھائی جاتی ہے

نہ مجھکو اسکی خبر ہے نہ خود اُنہیں ہے خیال
کچھ اسطرح سے محبت بڑھائی جاتی ہے

سفارش اُن سے کرے کون جانِ پُرغم کی
کہ یہ غریب ہے ناحق ستائی جاتی ہے

دوچار رہو نظر شوق اس سے کیا حسرت
نگاہ یار تو دل میں سمائی جاتی ہے

نظرِ یار سکوں بخش تمنا نہ ہوئی
التماس نگہِ شوق پذیرا نہ ہوئی

حُسن ہو جسمیں وہ ہر شے جلوہ گرِ اس دل میں ہے
جذبہ صورت پرستی میری آب و گل میں ہے

بیخودی سے بڑھکے آگے ہے فنا کا مرتبہ
رہرو راہِ محبت آخری منزل میں ہے

مائل عشق مجازی کیوں نہوں اہل نظر
جلوۂ حق آشکارا صورتِ باطل میں ہے

دل میں کیا کیا ہوس دید بڑھائی نہ گئی
روبرو اُن کے مگر آنکھ اُٹھائی نہ گئی

ہم رضا شیوہ ہیں تاویل ستم خود کرلیں
کیا ہوا اُن سے اگر بات بنائی نہ گئی

یہ بھی آداب محبت نے گوارا نہ کیا
اُن کی تصویر بھی آنکھوں سے لگائی نہ گئی

آہ وہ آنکھ جو ہر سمت رہی صاعقہ پاش
وہ جو مجھسے کسی عنوان ملائی نہ گئی

ہم سے پوچھا نہ گیا نام و نشاں بھی اُنکا
جستجو کی کوئی تمہید اُٹھائی نہ گئی

دل کو تھا حوصلۂ عرض تمنا سو اُنہیں
سرگذشت غم ہجراں بھی سنائی نہ گئی

غم دوری نے کشاکش تو بہت کی لیکن
یاد اُن کی دل حسرت سے بھلائی نہ گئی

جو وہ نظر بسر لطف عام ہو جائے
عجب نہیں کہ ہمارا بھی کام ہو جائے

شراب شوق کی قیمت ہے نقد جاں عزیز
اگر یہ باعث کیفِ دوام ہو جائے

رہینِ یاس ہیں اہلِ آرزو کب تک
کبھی تو آپ کا دربار عام ہو جائے

جو اور کچھ ہو تری دید کے سوا منظور
تو مجھ پہ خواہشِ جنت حرام ہو جائے

وہ دور ہی سے ہمیں دیکھ لیں یہی ہے بہت
مگر قبول ہمارا سلام ہو جائے

اگر وہ حسنِ دلآرا کبھی ہو جلوہ فروش
فروغِ نور میں گم طرفِ بام ہو جائے

سنا ہے بر سرِ بخشش ہے آج پیرِ مغاں
ہمیں بھی کاش عطا کوئی جام ہو جائے

ترے کرم پہ ہے موقوف کامرانیِ شوق
یہ ناتمام الٰہی تمام ہو جائے

ستم کے بعد کرم ہے جفا کے بعد عطا
ہمیں ہے بس جو یہی التزام ہو جائے

عطا ہو سوز وہ یا رب جنونِ **حسرت** کو
کہ جس سے پختہ یہ سودائے خام ہو جائے

دل آرزوئے شوق کا اظہار نہ کر دے
ڈرتا ہے مگر یہ کہ وہ انکار نہ کر دے

ہشیار کہ اس پرسشِ پیہم کی نوازش
عشاقِ ستمکش کو ہوسکار نہ کر دے

راضی برضا ہم ہیں بہرحال مگر ہاں
ڈر ہے کہ یہ خو تم کو ستمگار نہ کر دے

فرقت میں ہو کیا حال اگر گریۂ مضطر
جان و دلِ حیراں کو سبکبار نہ کر دے

ہم جور پرستوں پہ گماں ترکِ وفا کا
یہ وہم کہیں تجھ کو گنہگار نہ کر دے

سامانِ فراغت جو ترے پاس ہے اے دل
اکبار اسے [illegible] یار نہ کر دے

آگاہ نہیں میں جو ابھی ذوقِ ستم سے
بیتابیِ دل ان کو خبردار نہ کر دے

ہوتا ہے برا لذتِ آزار کا لپکا
مرنا بھی کہیں مجھ کو یہ دشوار نہ کر دے

کچھ حد بھی ہے اس شورشِ خاموشی کی **حسرت**
یہ کشمکشِ غم تجھے بیکار نہ کر دے